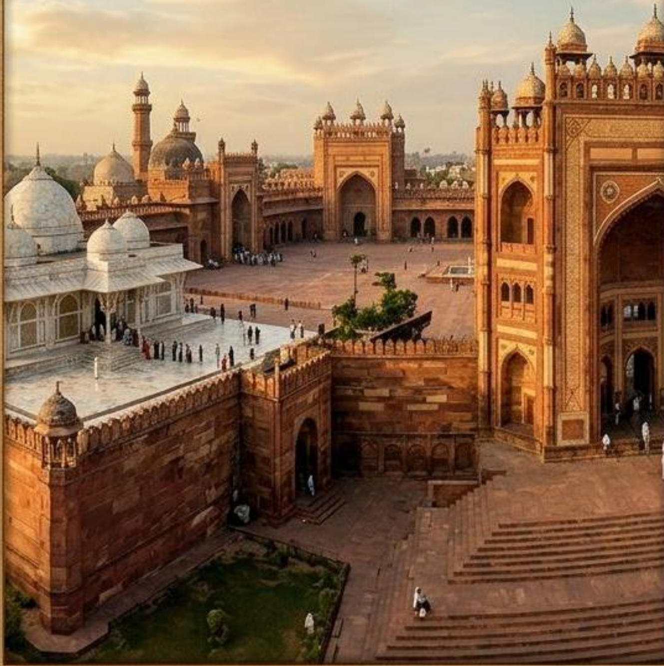
فتح پور سیکری کی تاریخ

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری



الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ وعلی الك و اصحابك یا حبیب اللہ

فتحپور سیکری کی تاریخ پر لکھی جانے والی 110 سال پرانی کتاب بنام

رہنمائے فتحپور سیکری

1335ھ / بمطابق 1916ء

مصنف: علامہ سعید احمد مارہروی

المعروف

فتحپور سیکری کی تاریخ

1447ھ / بمطابق 2026ء

ترتیب و تسہیل: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرما سکیں گے

☆...بابِ اول: فتحپور سیکری

☆...بابِ دوم: درگاہ شریف مع عماراتِ ملحقہ

☆...بابِ سوم: محلاتِ شاہی

☆...بابِ چہارم: عماراتِ جانبِ شمال

☆...بابِ پنجم: عمارات جانبِ جنوب

☆...بابِ ششم: عماراتِ قرب وجوار

☆...کتابوں کا تعارف

☆...کلام

مکتبہ دار السنہ دہلی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللَّطِيْفِ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الشَّفِيْقِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فتحپور سیکری کی تاریخ پر لکھی جانے والی 110 سال پرانی کتاب بنام

رہنمائے فتحپور سیکری

1335ھ / بمطابق 1916ء

مصنف: علامہ سعید احمد مارہروی

المعروف

فتحپور سیکری کی تاریخ

1447ھ / بمطابق 2026ء

صفحات : 240 قیمت : 300

CONTACT NUMBER: +91 8808693818

نوٹ: میں اپنے تمام پڑھنے والوں سے التجا کرتا ہوں کہ اس کتاب کی کمپوزنگ سے لے کر تصحیح تک کے سارے مراحل بنظرِ غائر طے کئے گئے ہیں لیکن بتقاضائے بشریت غلطی کا امکان موجود ہے لہذا جو بھی اس کتاب کی اغلاط سے مطلع ہو وہ اس Mail Id پر ضرور اطلاع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا سکے۔

EMAIL: SHAFIQMADANI26@GMAIL.COM

فہرست

تاریخِ طباعت

تاریخ ہے یہ دیکھئے تاریخِ فتحپور
اکبر نے اس جگہ کا رکھا نام دار النور
تاریخ اس میں لکھی ہے شیخ سلیم کی
آباد جن کے دم سے ہوا ہے یہ فتحپور

"تاریخ ہے یہ دیکھئے تاریخِ فتحپور" کے عدد 2026 بنتے ہیں اور 2026ء میں یہ کتاب چھپ کر منظرِ عام پر آئی ہے۔

"تاریخ اس میں لکھی ہے شیخ سلیم کی" کے عدد 1447 بنتے ہیں اور 1447ھ میں یہ کتاب چھپ کر منظرِ عام پر آئی ہے۔

ازبسمل فتحپوری
مکتبہ دارالسنہ دہلی

اس کتاب کے بارے میں

سگِ عطار (ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری) نے "رہنمائے فتحپور سیکری" المعروف "فتحپور سیکری کی تاریخ" نامی کتاب پر کام کرنے کی ابتداء شیخ الاسلام حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر 24 جمادی الاخری 1447ھ بمطابق 16 دسمبر 2025ء بروز منگل دوپہر تقریباً 12 بج کر 12 منٹ پر کیا۔

کمپوزنگ، ترتیب و تسہیل کے بعد 12 شعبان المعظم 1447ھ بمطابق 1 فروری 2026ء بروز اتوار فتحپور کے رہنے والے محمد توقیر عطاری کے ساتھ فتحپور سیکری گیا تاکہ وہاں جا کر مقامات کے لوکیشن کا کیو آر کوڈ اور تصاویر تیار کر کے کتاب میں شامل کرے۔

مقامات کے لوکیشن کا QR Code اور تصاویر شاملِ کتاب کر کے بمقام فیضانِ مدینہ نگلہ میواتی آگرہ، 22 شعبان المعظم 1447ھ بمطابق 11 فروری 2026ء شبِ بدھ رات کے 1 بج کر 11 منٹ پر اس کتاب کا کام مکمل کیا۔ الحمد للہ علی احسانہ

اللہ پاک میری اس ادنی سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

تاریخ محض واقعات کا انبار نہیں ہوتی، بلکہ یہ اقوام کے عروج و زوال، فکر و فن، عقیدت و سیاست اور روح و مادہ کے باہمی تصادم و اتصال کی زندہ تصویر ہوتی ہے۔ برصغیر کی تاریخ میں بعض مقامات ایسے ہیں جو اینٹ، پتھر اور عمارت سے کہیں بڑھ کر ایک عہد، ایک

نظریہ اور ایک تہذیبی روح کی نمائندگی کرتے ہیں۔ فتحپور سیکری انہی درخشاں مقامات میں سے ایک ہے۔

فتحپور سیکری وہ سرزمین ہے جہاں سلطنتِ مغلیہ کے جاہ و جلال نے آنکھ کھولی، جہاں فکرِ اکبری نے شکل پائی، جہاں درویشی و سلطانی نے ایک ہی آنگن میں قیام کیا، اور جہاں حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی نگاہ نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ یہ مقام صرف قلعوں، دروازوں، مساجد اور محلات کا مجموعہ نہیں بلکہ عقیدت، سیاست، فنِ تعمیر، سماجی نظام اور مذہبی رجحانات کا ایسا سنگم ہے جس کی مثال پورے ہندوستان میں کم ملتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب **"رہنمائے فتحپور سیکری المعروف فتحپور سیکری کی تاریخ"** اسی ہمہ گیر پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے مرتب کی گئی ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے فتحپور سیکری کو محض سیاح کی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ مورخ، محقق، مزارات کے عقیدت مند اور تہذیبی نقاد سب کی آنکھ سے اس شہر کو پرکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاری کو یہاں قلعہ، مسجد، دروازہ، بازار، محل اور سرائے ہی نہیں ملتی بلکہ ان کے پسِ پردہ چھپی ہوئی کہانیاں، روحانی نسبتیں اور تاریخی معنویت بھی ملتی ہے۔

کتاب کے ابواب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مصنف نے موضوع کو نہایت محنت، جستجو اور دیانت کے ساتھ برتا ہے۔ کہیں حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ اور روحانی فیضان کا تذکرہ ہے، کہیں اکبر کے فکری تجربات اور دینی میلانات کا غیر جانبدارانہ جائزہ، کہیں فنِ تعمیر کی باریکیوں پر گفتگو ہے تو کہیں عوامی زندگی، بازاروں،

سراؤں اور روزمرہ تہذیب کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ یہ تنوع اس کتاب کو محض ایک گائیڈ نہیں بلکہ ایک مستند تاریخی مرجع بنادیتا ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ مصنف نے روایت اور تحقیق کے درمیان ایسا متوازن راستہ اختیار کیا ہے جس سے نہ تو عقیدت مجروح ہوتی ہے اور نہ تحقیق کی روح متاثر ہوتی ہے۔ یہی وصف اس کتاب کو عام قاری کے لیے دلکش اور اہلِ علم کے لیے قابلِ اعتماد بناتا ہے۔

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ **"رہنمائے فتحپور سیکری"** المعروف **"فتحپور سیکری کی تاریخ"** ان لوگوں کے لیے ناگزیر ہے جو فتحپور سیکری کو صرف دیکھنا نہیں چاہتے بلکہ سمجھنا، محسوس کرنا اور تاریخ کے آئینے میں اس کی اصل صورت پہچاننا چاہتے ہیں۔ یہ کتاب قاری کو محض اطلاع نہیں دیتی، بلکہ اسے ایک ایسے سفر پر لے جاتی ہے جہاں ہر صفحہ ایک نیا سبق دیتا ہے اور ہر باب تاریخ سے ہم کلام ہو جاتا ہے۔

اس کتاب میں فتحپور سیکری کے تمام اہم مقامات کا تفصیلی تعارف موجود ہے، ہر مقام کے ساتھ لوکیشن کا QR Code دیا گیا ہے تاکہ قاری بآسانی گوگل میپ کے ذریعے درست مقام تک پہنچ سکے۔ ہر تاریخی وروحانی مقام کی واضح اور اصل تصویر شامل کی گئی ہے، جس سے قاری کو مقام کو سمجھنے اور محسوس کرنے میں آسانی ہو۔

کتاب میں تاریخ، تہذیب، اولیائے کرام کے آثار اور مقامات کی مختصر مگر جامع معلومات اس انداز سے پیش کی گئی ہیں کہ یہ کتاب زائرین، طلبہ، محققین اور عام قارئین سب کے لیے یکساں مفید ہے۔

مختصر یہ کہ یہ کتاب دیکھنے، پڑھنے اور پہنچنے تینوں کا حسین امتزاج ہے۔ دعا ہے کہ یہ علمی کاوش مقبولِ عام و خاص ہو، اور تاریخ کے اس عظیم ورثے کو نئی نسل تک صحیح تناظر میں پہنچانے کا ذریعہ بنے۔ آمین۔

مصنف کا تعارف

نام ونسب

مولوی سعید احمد زبیری مارہروی 1875ء میں بمقام قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ یوپی انڈیا میں پیدا ہوئے۔ مولوی سلطان احمد (متوفی 1914ء)ان کے والد ماجد ایک نہایت قابل، دیانت دار، متقی بزرگ تھے۔ آپ کی والدہ قرآن اور اردو پڑھنا جانتی تھیں۔

تعلیم

مولوی سعید احمد مارہروی نے مارہرہ کے ایک مکتب میں تعلیم پائی، اردو، فارسی کے علاوہ انگریزی سے بھی واقفیت تھی اور محلے بھر میں سوائے ان کے انگریزی جاننے والا کوئی نہ تھا۔ کل محلے بلکہ بعض دفعہ قصبہ بھر کے تار وغیرہ یہی پڑھا کرتے تھے۔ صوم و صلاۃ کے سختی سے پابند تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی پابندی کی سخت تاکید فرماتے تھے۔

1889ء میں اردو مڈل کا امتحان پاس کیا، اسی دوران آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اسی زمانے میں آپ کے والد شاہجہاں پور میں بچوں کو پڑھایا کرتے تھے لہٰذا والدہ کے انتقال کے بعد آپ اپنے والد کے پاس شاہجہاں پور تشریف لے گئے اور وہیں مشن ہائی اسکول میں داخلہ لیا مگر آپ کا دل وہاں نہ لگا اور آخرِ کار تلاشِ معاش کے واسطے شاہجہاں پور کو خیر باد کہا۔

تلاشِ معاش اور آگرہ

1894ء بغرض تلاشِ معاش آگرہ آئے اور ایسے آئے کہ وہیں کے ہو کے رہ گئے۔ آغازِ ملازمت میں تحصیل آگرہ میں قائم مقام نائب ناظر مقرر ہوئے، اس کے بعد 1899ء میں دس روپے ماہانہ مشاہرہ پر کلکٹری آگرہ میں بطورِ محرر محافظ خانہ مقرر ہوئے۔

قومی خدمات کا آغاز

1909ء سے قومی خدمات کا آغاز کیا اور کئی شکستہ مساجد کی مرمت کا کام شروع کروایا۔

اس دور میں آگرہ کے اندر مسلمان بچوں کی تعلیمی حالت بڑی ناگفتہ بہ تھی سوائے ایک مدرسہ کے جو آگرہ کی جامع مسجد میں تھا کوئی اور مکتب یا مدرسہ شہر بھر میں نہیں تھا کہ جہاں اچھی تعلیم حاصل کریں۔ اور اس کی طرف کسی کی توجہ بھی نہ تھی کہ بچوں کو لکھنا پڑھنا آجائے۔ پس اس دینی خدمت کے تحت آپ نے آگرہ میں 23 مئی 1911ء کو مدرسہ محمدیہ کے نام سے جاری کیا جس کو تین لوگ مل کر چلاتے تھے (1) سعید احمد مارہروی، (2) مولوی محمد شعیب ٹونکوی، (3) منشی عابد علی۔

مدرسہ کا قیام

1912ء میں اس مدرسہ میں عربی تعلیم کا آغاز ہوا اور ہر سال درسِ نظامی کے تحت حدیث شریف کا دور ہونے لگا، سالانہ چار پانچ طلباء فارغ التحصیل ہوتے تھے۔

مدرسے کے دو حصے ہو گئے ایک حصہ ابتدائی تعلیم کا جہاں مکاتب اسلامیہ کا سرکاری منظور شدہ نصاب پڑھایا جاتا تھا اور دوسرا حصہ دورۂ حدیث کا۔

ایک سانحہ

جولائی سنہ 1913ء میں مولوی محمد شعیب صاحب نے اپنے وطن ٹونک میں دفعتا سفر آخرت اختیار کیا اور منشی عابد علی صاحب کا تبادلہ آگرہ سے باہر ہو گیا اس طرح یہ اصحاب ثلاثہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے اور مسجد و مدرسہ کی نگرانی اور اس کے چلانے کا سارا بار مولوی سعید احمد پر آپڑا۔

شعیب محمدیہ ہائی اسکول اور مخالفت

مدرسہ محمدیہ خاصی ترقی کر رہا تھا اور اب اس کا ماہانہ خرچ 35 روپے کے قریب ہو گیا تھا۔ تعداد طلبا روز بروز بڑھ رہی تھی۔ لیکن مسلمانوں کی جیسی عادت ہے کہ اپنے مخلص کارکنوں اور خدام کی ہمت افزائی اور امداد کرنے کی بجائے مخالفت شروع کر دیتے ہیں اور قومی کاموں میں طرح طرح کے روڑے اٹکاتے ہیں۔ ایسا ہی معاملہ مولوی سعید احمد کے ساتھ بھی ہوا۔ ایک طرف تو مالی مشکلات کا سامنا، دوسری طرف قسم قسم کی مخالفتیں اور چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں، نہایت لغو قسم کے گمنام خطوط نے شروع ہوئے، کئی دفعہ جان کے لالے پڑ گئے۔ لیکن انہوں نے ہمت و پامردی سے تمام مخالفتوں کا مقابلہ کیا اور قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ ساری مخالفت کا سبب یہ تھا کہ سعید احمد ایک غیر جگہ کا رہنے والا آگرہ میں ایسا ناموری کا کام کیوں کر رہا ہے۔

اسی دوران میں مدرسے کے ایک ہونہار طالب علم کو اس کے باپ نے بغرض انگریزی تعلیم مدرسہ محمدیہ سے اٹھا کر مشن اسکول میں داخل کر دیا اس واقعہ نے مولوی صاحب کو بے حد متاثر کیا اور انہوں نے ایک انگریزی اسکول قائم کرنے کا تہیہ کر لیا۔ پیسے

پاس نہیں، خود مسلمانان آگرہ جن کی بہبود کے لئے یہ سب کچھ کیا جارہا تھا مخالفت پر کمر بستہ مگر اس ہمت کے پتلے نے خدا کے بھروسے پر ستمبر 1913ء کو شعیب محمدیہ اسکول قائم کر ہی دیا۔

اگر اس اسکول کا نام سعیدیہ ہوتا تو کوئی روکنے والا نہ تھا لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا تھا جب خود سعید احمد کو نام و نمود کی خواہش ہوتی۔ انہوں نے اپنے عزیز دوست مرحوم مولوی محمد شعیب کی یادگار میں اُن کے نام سے اسکول کو منسوب کیا اور پانچویں درجہ تک انگریزی تعلیم کا انتظام کر دیا گیا۔ اس وقت بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ ماسٹر صاحب نے کوئی ایک ماہ تک بچوں کو ٹاٹ کے فرش پر بٹھا کر پڑھایا۔ ان کا مشاہرہ پندرہ روپیہ تھا۔ ابتدا میں صرف اٹھارہ طلبا تھے۔ سال بہ سال جماعتوں کا اضافہ ہوتا رہا حتیٰ کہ 1920ء میں یہ مدرسہ ہائی اسکول ہو گیا۔

صغیر فاطمہ نسواں ہائی اسکول

آگرہ میں مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کے واسطے کوئی درس گاہ نہ تھی۔ انجمن کے مقاصد میں لڑکیوں کے لئے اسکول کا قیام بھی تھا۔ مولوی سعید احمد کے ایک قریبی رشتہ دار حافظ محمد سعید مارہروی کی چھوٹی لڑکی نے جس کا نام صغیرہ فاطمہ تھا عالم شباب میں کہ شادی کو ایک سال بھی پورا نہ ہوا تھا اس دار ناپائدار سے رحلت کی۔ مولوی صاحب کے مشورہ سے حافظ صاحب نے مرحومہ کا زیور اور جہیز کا کل سامان بغرض ایصالِ ثواب انجمن کو دے دیا، اور اس رقم سے صغیرہ فاطمہ نسواں اسکول کی ابتداد سمبر 1918ء میں چار طالبات سے کی گئی۔

تبلیغی سرگرمیاں

اس طرح کے کئی کام آپ نے سر انجام دیا مثلاً:

موضع ساندھن ، تحصیل کراولی، ضلع آگرہ میں مدرسہ صدیقیہ کا قیام۔ موضع رنکتہ میں مدرسہ فیض الاسلام۔ آگرہ چھاؤنی ریلوے اسٹیشن کے قریب موضع رسول پور میں مدرسہ فیضِ عام۔ موضع مڈھاکر، نگلہ بنجاران،موضع کراہرہ میں بھی مدارس کا قیام کیا۔ شعیب محمدیہ اسکول میں بالغان کے لیے رات میں مدرسہ شبینہ جاری کیا۔ اسلامی کتابوں کی فراہمی کے لیے کتب خانہ محمدیہ کا قیام 1916ء میں کیا۔ قدیم اور نادر چیزوں کی حفاظت کے لیے عجائب خانہ قائم کیا۔ لاوارث لاشوں کے کفن دفن کے لیے تجہیز و تکفین لاوارثان کا اہتمام کیا۔ انجمن کے فنڈ سے غریبوں کے مدد کے لیے امداد غربا و مساکین نامی کمیٹی بنائی۔ مسلمانوں کو سودی قرض لینے سے بچانے کے لیے اسماعیل قرضِ حسنہ فنڈ قائم کیا جس میں بغیر سود کے لوگوں کو قرض دیا جاتا تھا۔ 1930ء میں عیدِ میلاد النبی ﷺ کی تحریک شروع کی جس کے تحت 12 ربیع الاول کو بڑے اہتمام کے ساتھ جلوسِ عیدِ میلاد نکالا جاتا تھا۔ ان دنوں ارتداد کا فتنہ کافی زور پکڑ رہا تھا لہذا اس کی سر کوبی کے لیے تبلیغ و حفاظتِ اسلام نامی کمیٹی قائم کی جو دیہاتوں میں جاکر تبلیغِ دین کرتی۔

1946ء کو آگرہ میں سفر آخرت اختیار کیا اور مزار شعیب محمدیہ اسکول ہینگ کی منڈی کی مسجد میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

مصنف کی تصانیف

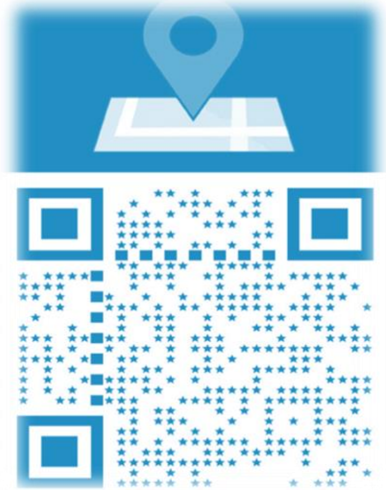
مصنف کی چند تصانیف درج ذیل ہیں:

(1)۔مرقع اکبر آباد (2)۔آثارِ خیر (3)۔مشاہیر اکبر آباد
(4)۔گلدستۂ محمدیہ (5)۔امرائے ہنود (6)۔بوستانِ اخیار
(7)۔رہنمائے فتحپور سیکری (8)۔خطوط (9)۔پھولوں کا ہار
(10)۔قومی پھلواری

سگِ عطار (ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری) نے مصنف کی ان کتابوں میں سے "بوستانِ اخیار" پر کام کرنے کے بعد "رہنمائے فتحپور سیکری" پر بھی کام مکمل ہوا جو کہ آپ کے سامنے ہے، اب "مرقع اکبر آباد"، اور "آثارِ خیر" پر ترتیب و تسہیل کا کام جاری ہے ان شاء اللہ بہت جلد یہ کتابیں بھی زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے سامنے ہوں گی۔

سگِ عطار ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

علامہ سعید احمد مارہروی کے مزار کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ مزار مبارک تک پہنچ سکتے ہیں۔



مرتب کا تعارف

نام ونسبت

نام محمد شفیق خان، والد کا نام محمد شریف خان ہے، سلسلۂ قادریہ رضویہ عطاریہ میں شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانئ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے 2004ء میں بیعت ہونے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ عطاری لکھتے ہیں، آپ کی ولادت قصبہ لَلَوْلِی ضلع فتح پور ہنسوا صوبہ یو پی ہند میں ہوئی، آپ کی تاریخِ پیدائش 10 جون 1986ء ہے۔

دینی ماحول سے وابستگی

موصوف نے ابتداءً ہندی انگلش کی تعلیم حاصل کر کے سن 2000ء میں AC کا کام سیکھنے اور کرنے کے لئے بمبئی چلے گئے تھے اور وہاں پر 4 سال قیام کیا پھر 2004ء میں اپنے وطن لوٹے، اور وطن میں ہی دعوتِ اسلامی کا دینی ماحول ملا، دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہونے کے بعد مختلف کورسز کئے اور 2006ء میں اپنے ہی علاقہ کے دار العلوم بنام جامعہ عربیہ گلشنِ معصوم قصبہ للولی میں قاری اقبال احمد عطاری سے قرآنِ پاک ناظرہ اور حضرت مولانا عتیق الرحمٰن مصباحی سے درسِ نظامی کے درجۂ اولی اور کچھ درجۂ ثانیہ کی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چریاکوٹ ضلع مؤ تشریف لے گئے اور وہاں درجۂ ثانیہ مکمل کرنے کے بعد اہلسنت کے عظیم علمی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں مطلوبہ درجۂ ثالثہ کا ٹیسٹ دیا اور بفضلہ تعالی

کامیاب ہونے کے بعد درجۂ ثالثہ وہیں پڑھی، پھر درجۂ رابعہ دار العلوم غوثیہ (جو ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں سَرَیَّا میں واقع ہے) میں مکمل کی پھر اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار نیپال گنج، نیپال میں داخلہ لیا اور درجۂ خامسہ سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم وہیں مکمل فرمائی۔

آغازِ تدریس و تصنیف

2014ء میں فراغت کے بعد تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لے گئے اور ایک سال وہاں تدریس فرمائی، پھر مزید تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے مدنی مرکز کے حکم پر بنگلہ دیس کے دار الحکومت ڈھاکہ کے جامعۃ المدینہ تشریف لے گئے، اور وہیں پر دعوتِ اسلامی کے جامعات کے درجۂ ثانیہ میں داخلِ نصاب علمِ صرف کی کتاب بنام "مراح الارواح" کی اردو شرح بنام "شَفِیْقُ الْمِصْبَاح شرح مَرَاحُ الْاَرْوَاح" تصنیف فرمائی۔ اس کے بعد پھر جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لاکر درس و تدریس، تالیف و تصنیف میں مشغول ہوگئے۔ درسِ نظامی کی تدریس کے ساتھ ساتھ امامت کورس بھی کرواتے رہے۔

خلافت و اجازت

25 اپریل 2024ء کو شاگردِ حافظِ ملت، مریدِ مفتیٔ اعظم ہند، خلیفۂ برہانِ ملت، مبلغِ اسلام حضرت علامہ مولانا عبد المبین نعمانی دامت برکاتہم العالیہ نے سلسلۂ قادریہ، رضویہ کی خلافت و اجازت سے نوازا۔

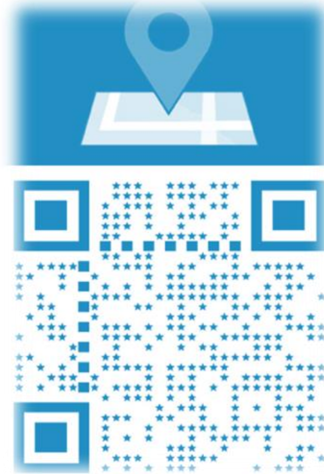
خدمتِ دین

حضرت جس طرح ایک مدرس اور مصنف ہیں اسی طرح مقرر اور مبلغ بھی ہیں۔ آپ کے اصلاحی بیانات خوفِ خدا و عشقِ مصطفےٰ ﷺ سے لبریز ہوتے ہیں۔ سننے والوں پر رقت طاری ہوتی اور دین سے قربت نصیب ہوتی ہے۔ نیز وقتاً فوقتاً مختلف دینی تحریکیں چلاتے رہتے ہیں۔ اور ابھی حال ہی میں **"دین سیکھو اور انعام پاؤ"** کے نام سے گھر گھر دینی تعلیم پہنچانے کی تحریک شروع فرمائی ہے۔ اللہ پاک اس تحریک کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماکر ترقی عطا فرمائے۔ نیز اللہ سے دعا ہے کہ حضرت کو بے بہا برکات و ثمرات سے نوازے اور اس کارہائے نمایہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا کر کے حضرت کے لئے توشۂ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ

کے Location کا QR Code

جس جامعۃ المدینہ میں حضرت مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری 2014 سے اب تک (2026) تدریس فرماتے ہیں



مــرتب کی اصــلاحی کتب

1☆...مافعل اللہ بک۔2☆...اسلام کی خوبیاں۔3☆...اسرار الایمان فی حقائق الارکان۔4☆...میری سنت میری امت۔5☆...کیا حال ہے؟6☆...موت کے وقت۔7☆... عقائد کی حکمتیں۔8☆...پانچ نمازوں کی حکمت۔9☆...قرآنی سورتوں کے مضامین۔10☆...سب سے پہلے سب سے آخر۔ 11☆...خطباتِ شفیقی جلد اول۔12☆...قصور کس کا؟13☆...نصاب مسائلِ نماز۔14☆...خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی جلد اوّل۔15☆...خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی جلد دوم۔ 16☆...خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی جلد سوم۔17☆...تدریس کے 26 طریقے۔18☆...رفیق التدریس۔19☆... تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے۔20☆... فیضانِ قرآن کورس۔21☆... فیضانِ شریعت کورس۔22☆... آسان فرض علوم۔23 ☆...آسان خطباتِ محرم۔24☆...تنظیمی نصاب وبیانات۔25☆...اعلیٰ حضرت کا چرچا رہے گا۔26 ☆...آسان حنفی نماز(ہندی)۔27☆...عیدِ میلاد النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیوں اور کیسے؟ 28☆...محمد اور احمد کے راز۔ 29☆...مدینہ جانا کیوں ضروری ہے؟30☆...ایک سے دس تک۔31☆... نکتے ہی نکتے۔32 ☆...امتِ محمدیہ کے سوالات اور قرآنی جوابات۔33☆...کامیابی کے دس اصول۔34☆... درسِ تصوف۔35☆... علماء کو اتنی فضیلت کیوں ملی؟36☆...درود کی حکمتیں۔37 ☆...چاند کی گواہی۔38☆... قربانی کی تاریخ اور حکمتیں۔39☆... دینِ اسلام کی خوبیاں۔40☆... آنکھوں کا تارانام محمد۔

مــرتب کی درسی کتب

1☆... شَفِیْقُ الْمِصْبَاح شرح مَرَاحُ الْاَرْوَاح 2☆... شَفِیْقِیَّه شرح اَلْاَرْبَعِیْنَ النَّوَوِیَّه 3☆... شَفِیْقُ النَّحْو لحل خُلَاصَةِ النَّحْو(حصہ اول)4☆...نُوْرُ الْمُغِیْث شرح تَیْسِیْر مُصْطَلَحِ الْحَدِیْث5☆...شَفِیْقُ النَّحْو لحل خُلَاصَةِ النَّحْو(حصہ دوم)6☆...القول الاظہر شرح الفقه الاکبر7☆...شَارِقُ الْفَلَاح شرح نُوْرُ الْاِیْضَاح8☆...عِرْفَانُ الْآثَار شرح مَعَانِي الْآثَار9☆...عِنَایَةُ الْحِكْمَت لِحَلّ بِدَایَةُ الْحِكْمَت

10☆...خَلِیْلِیَّه شرح مُنَاظَرَۃُ رَشِیْدِیَّه11☆...کَلَامُ الْوِقَایَه شرح شَرْحُ الْوِقَایَه12☆...رَحْمَۃُ الْبَارِی شرح تَفْسِیْرُ الْبَیْضَاوِی13☆...مُخْتَارُ التَّاوِیْل شرح مَدَارِكُ التَّنْزِیْل14☆...اَلدَّلَالَۃُ الشَّاهِدَۃ شرح اَلْبَلَاغَۃُ الْوَاضِحَۃ15☆...اَلْمُعْتَبَرُ الْمُعْتَرَف لحل الْمُعْتَقَدِ الْمُنْتَقَد16☆...سَلِیْمُ النَّظَر شرح نُزْهَۃُ النَّظَر17☆...شَفِیْقُ النُّعْمَانِی لِحَلِّ شَرْحِ الْجَامِی18☆...عَطَایَۃُ الْحِکْمَت شرح هِدَایَۃُ الْحِکْمَت19☆... نحو کے دلچسپ سوالات20☆... صرف کے دلچسپ سوالات 21... تسلیم التوقیت

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

کی کتب ڈاؤن لوڈ کرنے کا QR Code





اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰه

سیرت

حضرت شیخ سلیم چشتی

رَحْمَۃُ اللّٰهِ عَلَیْه

ولادت:884ھ وصال:979ھ

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

منقبت در شان حضرت شیخ سلیم چشتی (فتح پور سیکری)

ہیں دو جہاں کے سلطاں حضرت سلیم چشتی
عالم کے دین و ایماں حضرت سلیم چشتی
سر دفتر مسلماں حضرت سلیم چشتی
مقبولِ خاص یزداں حضرت سلیم چشتی
سردار ملکِ عرفاں حضرت سلیم چشتی

برق اسد کی رونق عرش بریں کے تارے
گلزارِ دین کے گلبن اللہ کے سنوارے
یہ بات جان و دل سے کہتے ہیں سب پکارے
تم وہ ولی ہو برحق، جو فیض سے تمہارے
عالم ہے باغ دبستاں حضرت سلیم چشتی

شاہوں کے بادشا ہو یا تاج یا ادا ہو
اور قبلۂ صفا ہو اور کعبۂ ضیا ہو
خلقت کے رہنما ہو دنیا کے مقتدا ہو
تم صاحبِ سخا ہو محبوبِ کبریا ہو
ہے تم سے زیب امکاں حضرت سلیم چشتی

کلیات نظیر اکبر آبادی

حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سلیم چشتی نے اپنے سر چشمہ فیض وارشاد سے ایک عالم کو سیر اب فرمایا۔

خاندانی حالات

آپ کے آباؤاجداد اجودھن سے ہجرت کر کے لدھیانہ آئے کچھ عرصہ لدھیانہ میں رہے، پھر دہلی میں سکونت اختیار کی، آپ کے والدین دہلی سے ترک سکونت کر کے فتح پور سیکری میں رہنے لگے۔ آپ حضرت بابافرید الدین گنج شکر کی اولاد سے ہیں۔

آپ کے والد کا نام حضرت بہاء الدین ہے۔اور آپ کی والدہ کا نام بی بی احد ہے۔ حضرت شیخ موسیٰ چشتی آپ کے بڑے بھائی ہیں۔

نسب نامہ پدری

آپ کا نسب نامہ والد کی جانب سے حسب ذیل ہے:

شیخ سلیم بن بہاء الدین بن شیخ سلطان بن شیخ آدم بن شیخ موسیٰ بن شیخ مودود بن شیخ بدر الدین بن شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر۔

ولادت مبارک

آپ دہلی کے اس وقت کے ایک محلہ ”سرائے علاء الدین زندہ پیر“ میں 884ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے سن ولادت میں اختلاف ہے، بعض نے آپ کا سن ولادت ۸۹۷ھ لکھا ہے۔

نام

آپ کا نام شیخ سلیم ہے اور عرب میں آپ کو "شیخ الہند" کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

بچپن کی کرامت

آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا۔ آپ کی پیشانی میں دھان کا ایک دانہ چبھ گیا۔ اس دانے کا نشان پیشانی پر تمام عمر رہا۔ ایک بار اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ دھان کے دانے چبھنے سے کافی تکلیف ہوتی تھی۔ اس کو نکالنا چاہا لیکن اس خیال سے نہیں نکالا کہ لوگوں میں اس بات کا چرچا ہو گا۔

بچپن کا صدمہ

ابھی آپ کم سن ہی تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی پرورش آپ کے بڑے بھائی کے سائے میں ہوئی، آپ کے بڑے بھائی شیخ موسیٰ نے آپ کی تربیت پر کافی دھیان دیا۔

سن بلوغت پر پہنچ کر آپ نے سفر کا ارادہ کیا اپنے بڑے بھائی سے اجازت مانگی، آپ کے بڑے بھائی نے آپ کو اجازت نہیں دی اور کہا کہ میری کوئی اولاد نہیں ہے، اور تم ہی میری اولاد ہو اور میں نے تمہیں اپنی اولاد کی طرح پالا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنے بڑے بھائی سے کہا کہ ناامید نہ ہونا چاہیے، آپ کے یہاں لڑکا پیدا ہو گا، آپ کا گھر روشن ہو گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، نو مہینے کے بعد شیخ موسیٰ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔

تعلیم

آپ کے بڑے بھائی کے یہاں جب لڑکا پیدا ہوا تو آپ نے رخت سفر باندھا۔ فتح پور سیکری سے سرہند تشریف لائے اور ملک العلماء شیخ مجد الدین سے علوم ظاہری کی تکمیل کی، جس زمانے میں آپ کا قیام سرہند میں تھا، آپ کبھی کبھی قصبہ بدالی جاتے اور حضرت شیخ زین العابدین چشتی کے مزار سے فیوض وبرکات حاصل کرتے۔

سیر وسیاحت

آپ نے ۹۳۱ھ میں حرمین شریف کی زیارت کی، کچھ عرصہ مکۂ معظمہ میں قیام فرمایا، پھر مدینۂ منورہ میں پہنچ کر دربار رسالت ﷺ میں رہنے لگے، پھر عرب، عجم، خراسان، بصرہ، شام کی سیر وسیاحت فرمائی، پھر اس کے بعد عرب واپس آئے۔

ہندوستان کو واپسی

عرب سے آپ ہندوستان واپس آئے اور فتح پور سیکری میں گوشہ نشین ہو کر عبادات مجاہدات اور ریاضات میں مشغول ہوئے۔ خانقاہ تیار کرائی، باغ لگایا اور کنوئیں کھدوائے۔

بیعت وخلافت

سیر و سیاحت کے دوران آپ بہت سے بزرگوں اور درویشوں سے ملے اور ان سے فیوض وبرکات حاصل کئے۔ حضرت شیخ ابراہیم چشتی کے دست حق پرست پر آپ بیعت ہوئے اور ان سے خرقۂ خلافت پایا۔

سفر حرمین شریف

ہیموں بقال کی فتنہ پردازی کی وجہ سے آپ کو دوبارہ وطن سے باہر جانا پڑا، آپ 962 ھ میں بیت اللہ پہنچے اور سیر و سیاحت کے بعد976ھ میں واپس ہوئے۔

سلاطین سے تعلقات

علاوہ امراء کے سلاطین بھی آپ کے معتقد تھے۔ خواص خاں جو امرائے کبار میں سے تھا، آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا، کئی بادشاہ آپ کے معتقد تھے۔ شیر شاہ، سلیم شاہ اور اکبر بادشاہ آپ سے ارادت و عقیدت رکھتے تھے اور بہت خلوص، محبت اور عزت اور تعظیم و تکریم سے آپ سے پیش آتے تھے۔

شادی اور اولاد

پہلے سفر سے واپسی کے بعد جب فتح پور سیکری تشریف لائے تو آپ نے شادی کی۔ آپ کے تین لڑکے تھے۔ تاج الدین سب سے چھوٹے صاحب زادے تھے، ان کا انتقال ڈھائی سال کی عمر میں ہوا، آپ کے دو اور لڑکے تھے۔ شیخ بدر الدین آپ کے وصال کے بعد آپ کے سجادہ نشین ہوئے اور قطب الدین شہنشاہ جہانگیر کے زمانے میں اونچے عہدے پر فائز ہوئے۔

وفات

آپ نے29 رمضان979ھ کو وصال فرمایا۔ مزار فیض آثار فتح پر سیکری میں مرجع خاص و عام ہے۔

خلفاء

آپ کے بعد آپ کے صاحب زادے حضرت شیخ بدر الدین آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔ عرب میں جب آپ کا قیام ہوا تو آپ نے سید محمد ولی، شیخ محمود شامی اور شیخ رجب علی کو خرقۂ خلافت سے ممتاز فرمایا، ان کے علاوہ آپ کے ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں:

(1)۔۔۔ شیخ عبد الواحد رحمۃاللہعلیہ
(2)۔۔۔ شیخ امام سرہندی رحمۃاللہعلیہ
(3)۔۔۔ امام سید حسین رحمۃاللہعلیہ
(4)۔۔۔ شیخ رکن الدین رحمۃاللہعلیہ
(5)۔۔۔ شیخ یعقوب رحمۃاللہعلیہ
(6)۔۔۔ شیخ حماد رحمۃاللہعلیہ
(7)۔۔۔ شیخ محمد غوری رحمۃاللہعلیہ
(8)۔۔۔ شیخ کبیر رحمۃاللہعلیہ
(9)۔۔۔ شیخ محمد بخاری رحمۃاللہعلیہ
(10)۔۔۔ شیخ کمال الدین رحمۃاللہعلیہ
(11)۔۔۔ شیخ فتح اللہ رحمۃاللہعلیہ وغیرہ

سیرت مقدس

آپ صاحب علم و فضل، جامع شریعت و طریقت بزرگ تھے، زہد و تقوی، ریاضت، مجاہدات، ترک و تجرید، تحمل، بردباری میں یگانۂ عصر تھے، جب تک آپ بہت کمزور و ضعیف نہ ہو گئے، آپ نے طے کے روزے نہیں چھوڑے، آپ کو پرانا سرکہ اور ٹھنڈی ترکاریاں بہت مرغوب تھیں، ٹھنڈے پانی سے روزانہ غسل فرماتے تھے، کیسی ہی سردی ہو آپ کے لباس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی، جاڑے کے موسم میں بھی باریک کرتا زیب تن فرماتے تھے، نماز اول وقت پڑھتے تھے، لوگوں کو ان باتوں سے جو خلاف شریعت ہیں، روکتے تھے، جب آپ

محفل میں رونق افروز ہوتے تو ہر شخص پر نگاہ رکھتے، کسی کو ڈانٹتے، کسی کو نصیحت فرماتے اور کسی کو تعلیم و تلقین فرماتے۔

فرمان

درویشوں کی ہڈیوں میں عشق الٰہی کے سبب بے شمار سوراخ ہوتے ہیں۔

کرامت

شہنشاہ اکبر کے کوئی لڑکا نہ تھا، آپ سے دعا کا طالب ہوا، آپ نے مراقبہ کیا اور شہنشاہ اکبر سے کہا: افسوس ہے کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے۔ شہنشاہ اکبر نے یہ سن کر آپ سے عرض کیا: چونکہ میری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے، اسی لیے تو آپ سے عرض کیا ہے آپ دعا کیجئے" آپ شہنشاہ اکبر کے اس جواب سے خوش ہوئے، تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور پھر فرمایا: اس ملک میں راجپوتوں کی حکومت بہت عرصے تک رہے گی۔ اچھا کل بادشاہ بیگم کو میری بیوی کے پاس بھیج دینا۔

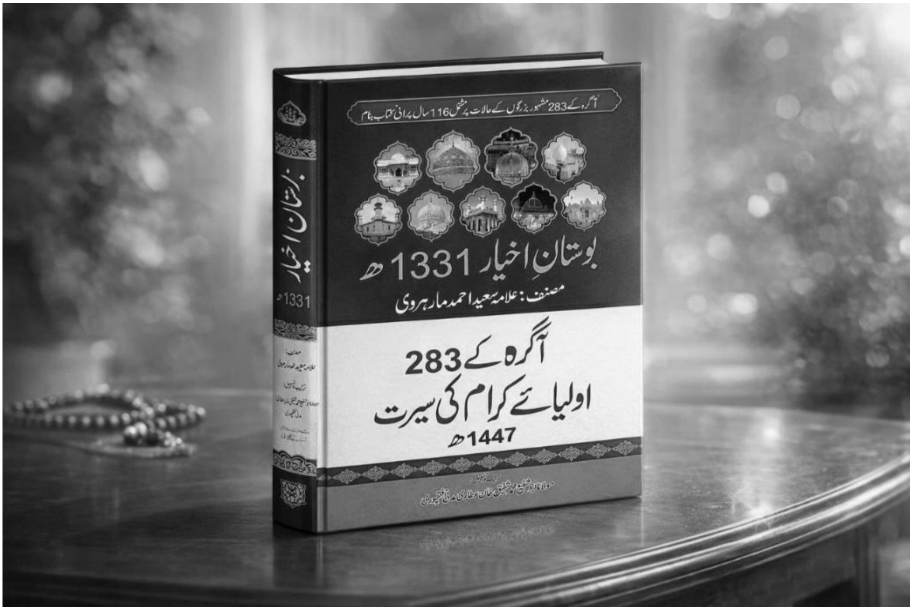
دوسرے دن جب بادشاہ کی بیگم آپ کے یہاں آئی تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو رانی کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھنے کا حکم دیا، جب آپ کی اہلیہ محترمہ رانی کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھیں تو آپ نے اپنی چادر دونوں پر ڈال دی، پھر اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ اپنا ہونے والا فرزند رانی کو دے دو۔ جب بادشاہ کی بیگم کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کا نام آپ نے اپنے نام پر "سلیم" رکھا، شہزادہ سلیم آپ کو "شیخو بابا" کہا کرتا تھا، شہزادہ سلیم اپنے والد شہنشاہ اکبر کے انتقال کے بعد تخت و تاج کا مالک ہوا اور "جہانگیر" کے لقب سے مشہور ہوا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ حجرے سے نماز کے واسطے مسجد جارہے تھے، ایک فقیر کو دیکھا کہ سو رہا تھا آپ نے اس کو جگایا اور اس سے فرمایا: فقیروں کو کسی سے لڑنا نہیں چاہیے۔ وہ فقیر یہ سن کر شرمندہ ہوا اور اقرار کیا کہ واقعی وہ خواب میں لڑ رہا تھا۔ آپ نے فتح پور سیکری کے لوگوں سے شاہی عمارات تعمیر ہونے سے پندرہ سال قبل فرما دیا تھا کہ لوگوں کو چاہیے کہ مکانات کشادہ بنالیں، ورنہ پھر جگہ نہیں ملے گی۔

نوٹ: یہ سارا مضمون درج ذیل کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے:

(1)۔۔۔اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) (2)۔۔۔تاریخ فرشتہ (جلد دوم، فارسی)

(3)۔۔۔معارج الولایت (4)۔۔۔تذکرۂ اولیائے پاک و ہند ص 232.236



منقبت در شان حضرت شیخ سلیم چشتی (فتح پور سیکری)

شاہ و گدا ہیں تابع سب تیری مملکت کے
لائق تمہیں ہو شاہا اس قدر و منزلت کے
پروردہ ہیں تمہارے سب خوان مکرمت کے
شاہانِ شرف تو بخشے خالق کی سلطنت کے
اور تم ہو میرِ ساماں حضرت سلیم چشتی

ہے نامِ پاک تیرا مشہور شہر دین میں
کرتی ہیں یاد تم کو یہ جانیں ہیں جو تن میں
ہیں خلق کے تمہارے خوشبو گل و سمن میں
خدمت میں ہیں تمہاری فردوس کے چمن میں
جنت کے حور و غلماں حضرت سلیم چشتی

کعبہ سمجھ کے اپنا مشتاق تیرے در کو
کرتے ہیں آ زیارت دل سے جھکا کے سر کو
اوصاف تیرے ہر دم لیتے ہیں سیم و زر کو
پڑھے ہیں مدح تیری گلشن میں ہر سحر کو
ہو بلبلِ خوش الحاں حضرت سلیم چشتی

کلیات نظیر اکبر آبادی

مقدمہ

یَا فَتَّاحُ

نامہ آغازم بنام ذوالجلال

آنکہ بیرون است از وہم وخیال

حَامِداً وَمُصَلِّیاً وَمُسَلِّماً

فتحپور سیکری کو کس نے آباد کیا؟

فتحپور سیکری کو ہندوستان کے اُس شہنشاہ اعظم نے آباد کیا تھا۔ جس کا باعظمت زمانہ ہندوستان کی اسلامی سلطنت کا بہترین زمانہ خیال کیا جاتا ہے۔ وہ کون ؟ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ جس نے نہ صرف خاندانِ مغلیہ کی بنیاد سلطنت کو انتہاے بلندی تک پہنچادیا بلکہ اُسے ایسا استوار کیا کہ صدیوں تک جنبش نہ ہوئی۔ اس زمانے میں 25 سے 30 برس کے قریب اس نو آباد شہر کو دارالخلافت کا فخر اور دربار اکبری کا اعزاز حاصل رہا۔ اب اگرچہ تین سو برس سے یہ ویران پڑا ہے مگر اب بھی اُس میں گزشتہ عظمت کی ایسی یادگاریں باقی ہیں کہ ہندوستان کی کسی گزشتہ دارالحکومت میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

عظیم الشان عمارات

شمالی ہندوستان میں کسی جگہ ایسی نفیس، صحیح وسالم اور عظیم الشان عمارات اور محلات کا مجموعہ موجود نہیں ہے جیسا فتحپور سیکری میں ہے۔ اور یہ بات خاص دلچسپی سے دیکھنے کے قابل

ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی کوئی جگہ ایسی نہیں بتائی جاسکتی کہ جہاں ایک فرماں رواکے آدھے زمانے کی اس قدر کثیر عمارتیں موجود ہوں۔

حیرت میں ڈالنے والی عمارات

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے جہاں دیدہ(یعنی دنیا کو دیکھنے والے) سیاح اور وسیع النظر مؤرخ جب ان عمارتوں کو دیکھتے ہیں تو اس خیال میں محو حیرت رہ جاتے ہیں کہ اس قلیل مدت میں فتحپور سیکری جیسے پہاڑی مقام پر کس طرح ایسی نفیس اور عالی شان عمارتیں تعمیر ہو گئیں۔ ایک بڑے مبصر کا قول ہے کہ فتحپور سیکری کو گزشتہ زمانے کی سنگتراشی کا عجائب خانہ اور نقش ونگار کا طلسم خانہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ باکمال سنگ تراشوں اور عالی دماغ نقاشوں نے مختلف عمارات کو عجیب غریب نقش ونگار اور انواع واقسام کی زیبائشوں سے مزین اور مرصع کیاہے۔

پتھر کی مضبوطی اور نفاست کا تو کیا کہنا بلکہ جس گارے یا چونے سے پتھروں کو وصل کیا یعنی جوڑا ہے وہ بھی فولاد کو شرماتا اور ہشت دھات کو مات کرتا ہے۔ بڑے بڑے انجینیر اور کیمسٹ آج تک اُس کے اجزا علیحدہ کرنے سے معذور ہیں۔ اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ گارا کس ترکیب اور کن اجزا سے بنایا گیا تھا۔

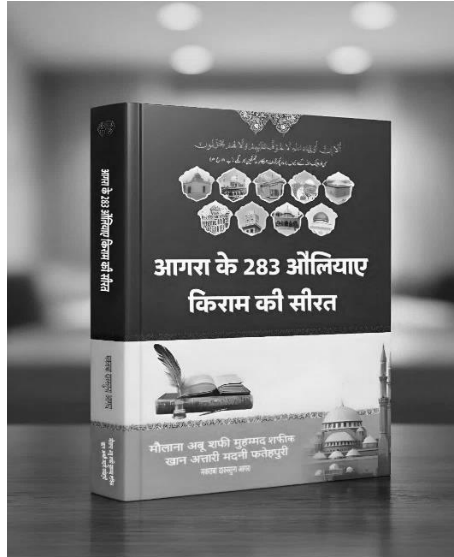
افسوس کہ اب نہ وہ زمانہ واپس آسکتاہے۔ نہ اکبر بادشاہ جس نے فتحپور سیکری کو آباد کر کے ایسی نفیس عمارتوں سے آراستہ و پیراستہ کیا تھا پھر زندہ ہو سکتاہے۔ نہ یہاں پہلی سی رونق ہو سکتی ہے۔

آثار اکبری

1323ھ بمطابق 1905ء میں راقم الحروف نے فتحپور سیکری کی مفصل تاریخ قلمبند کی تھی جو مطبع اکبری آگرہ میں بڑی تقطیع کے 228 صفحوں پر **"آثارِ اکبری"** کے نام سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔ اب چونکہ فتح پور سیکری میں ریل جاری ہوگئی ہے لہذا سیاحوں کے آمد ورفت کی کثرت کی وجہ سے اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ فتحپور سیکری کی ایک مختصر مگر مکمل تاریخ قلمبند کی جائے۔ لہذا آثار اکبری کا خلاصہ کر کے خفیف اضافہ کے ساتھ یہ کتاب رہنمائے فتحپور سیکری کے نام سے شائع کی جاتی ہے۔ خدا کرے کہ پسند خاطر احباب اور سیاحان فتح پور سیکری ہو۔ آمین۔

خاکسار سعید احمد مارہروی

مقام آگرہ، 5 ذی الحجہ 1334ھ بمطابق 4، اکتوبر 1916ء



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ
وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

بابِ اوّل: فتحپور سیکری

☆... سیکری کی مشہور شخصیت
☆... اکبر بادشاہ کا سلیم چشتی کی بارگاہ میں آنا
☆... اکبر بادشاہ کو بیٹا ملا
☆... فتحپور سیکری دار السلطنت بن گیا
☆... فتحپور سیکری کی چہل پہل

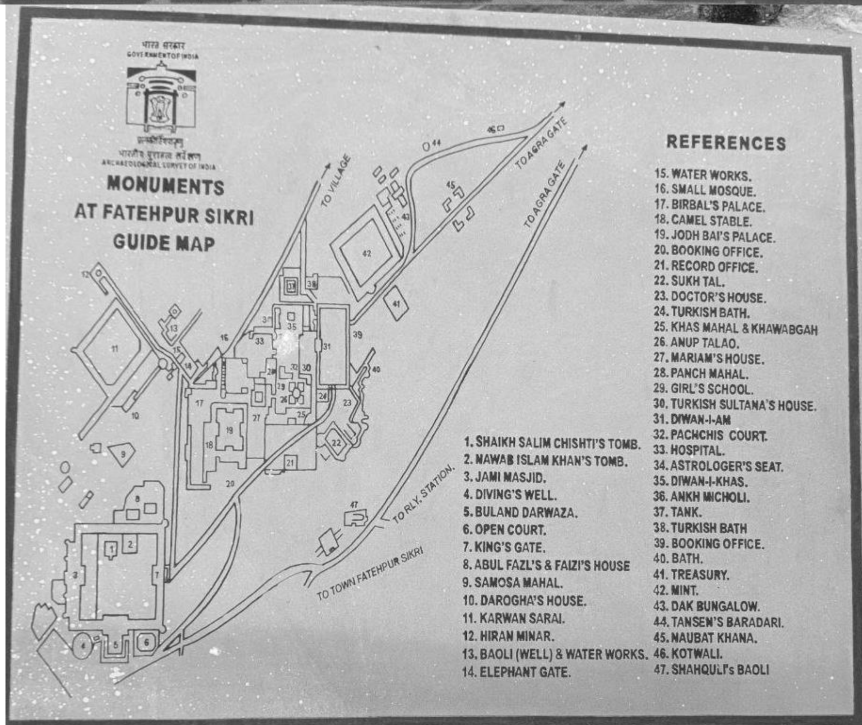
ترتیب و تسہیل

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی




Fatehpur Sikri ~ Imperial Palace Complex
Daftarkhana
Khwabgah
Anup Talao
Sultanas House
Pachisi Court
Diwan-i-Aam
Miriams House
Panch Mahal
Girls School
Ankh michauli
Diwan-i-Khaas


GOVERNMENT OF INDIA
ARCHAEOLOGICAL SURVEY OF INDIA
MONUMENTS
AT FATEHPUR SIKRI
GUIDE MAP
TO VILLAGE
TO AGRA GATE
TO AGRA GATE
TO RLY. STATION.
TO TOWN FATEHPUR SIKRI
1. SHAIKH SALIM CHISHTI'S TOMB.
2. NAWAB ISLAM KHAN'S TOMB.
3. JAMI MASJID.
4. DIVING'S WELL.
5. BULAND DARWAZA.
6. OPEN COURT.
7. KING'S GATE.
8. ABUL FAZL'S & FAIZI'S HOUSE
9. SAMOSA MAHAL.
10. DAROGHA'S HOUSE.
11. KARWAN SARAI.
12. HIRAN MINAR.
13. BAOLI (WELL) & WATER WORKS.
14. ELEPHANT GATE.
REFERENCES
15. WATER WORKS.
16. SMALL MOSQUE.
17. BIRBAL'S PALACE.
18. CAMEL STABLE.
19. JODH BAI'S PALACE.
20. BOOKING OFFICE.
21. RECORD OFFICE.
22. SUKH TAL.
23. DOCTOR'S HOUSE.
24. TURKISH BATH.
25. KHAS MAHAL & KHAWABGAH
26. ANUP TALAO.
27. MARIAM'S HOUSE.
28. PANCH MAHAL.
29. GIRL'S SCHOOL.
30. TURKISH SULTANA'S HOUSE.
31. DIWAN-I-AM
32. PACHCHIS COURT.
33. HOSPITAL.
34. ASTROLOGER'S SEAT.
35. DIWAN-I-KHAS.
36. ANKH MICHOLI.
37. TANK.
38. TURKISH BATH
39. BOOKING OFFICE.
40. BATH.
41. TREASURY.
42. MINT.
43. DAK BUNGALOW.
44. TANSEN'S BARADARI.
45. NAUBAT KHANA.
46. KOTWALI.
47. SHAHQULI's BAOLI

باب اول

فتح پور سیکری

آبادی　　ترقی　　تنزل

فتح پور سیکری آگرہ سے 23 میل کے فاصلہ پر آگرہ بیانہ ریلوے کے راستے پر واقع ہے یہ بہت پرانا قصبہ نہیں ہے بلکہ آج سے قریباً ساڑھے تین سو برس (اب ساڑھے چار سو سال) پہلے اس کی بنیاد قائم ہوئی تھی۔

فتح پور سے پانچ چھ فرلانگ کے فاصلے پر موضع سیکری آباد ہے جو اب نگر اور سیکری دونوں ناموں سے مشہور ہے۔ پرانے زمانے میں یہ سرکار بیانہ (بیانہ اب راجستھان میں آتا ہے) کے متعلق ایک مشہور اسلامی قصبہ تھا جس میں پانچ سو گھر صرف انصاریوں کے تھے۔ باوجود امتدادِ زمانہ پرانی آبادی کے بہت سے کھنڈر اور قبریں اب تک موجود ہیں۔ ۸۴ مسجدیں، پچاس ساٹھ برس پہلے تک موجود تھیں جن کے نشانات اب تک بتلائے جاتے ہیں۔ اب اکثر مسجدوں کے اندر آبادی ہو گئی ہے۔

موجودہ کھنڈرات میں دروازہ گڑھی، راجہ بلرام مندر، باولی قدیم، مسجد میواتیان، مسجد مست علی، مسجد فتح محمد، جامع مسجد، یا باون کھمی مسجد۔ قاضی کی حویلی اور زنانی مسجد، مسجد انبیا، مقبرہ مخدوم صاحب، موسیٰ گنبد، شائقین آثار قدیمہ کی دلچسپی کا باعث ہیں۔

سیکری کی مشہور شخصیت

اسی قصبہ سیکری میں ایک بزرگ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے جو شیخ فاروقی اور حضرت بابا شیخ فرید الدین گنج شکر کی اولاد میں تھے۔ آپ کی پیدائش تو دہلی کی تھی لیکن 9 برس کی عمر تھی کہ اپنے والدین کے ساتھ سیکری میں تشریف لے آئے تھے اور ابتدائے حال میں سیکری کی پہاڑی کے اوپر جہاں اب مسجد سنگتراش واقع ہے ایک بڑے غار میں بیٹھ کر جو اب بھی اس مسجد کے حجرہ میں موجود ہے عبادت وریاضت فرمایا کرتے تھے۔

پہلا حج کا سفر

18 برس کی عمر میں آپ حج کے واسطے تشریف لے گئے۔ اور 30 برس تک عرب، ایران، روم، شام، بغداد شریف، نجف اشرف، کربلائے معلی، بصرہ، لحسہ، مصر اور دیار غربی کے اسلامی ممالک میں سیر و سیاحت اور 24 یا 14 حج ادا فرما کر 944ھ بمطابق 1537ء میں سیکری میں واپس تشریف لائے اور اسی غار کے قریب آپ نے سکونت اختیار فرمائی اور چند خلفاء اور معتقدین کے مکانات بھی قرب وجوار میں تعمیر ہوئے۔

دوسرا حج کا سفر

962ھ بمطابق 1554ء میں آپ دوبارہ حج کے واسطے تشریف لے گئے اور 971ھ بمطابق 1563ء میں واپس آئے۔ اُس وقت آپ نے ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور مسجد سنگتراش بھی غالباً اسی وقت تعمیر کی گئی۔

اکبر بادشاہ کا سلیم چشتی کی بارگاہ میں آنا

یہ اکبر بادشاہ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ بادشاہ کی 17 یا 28 برس کی عمر ہو گئی تھی۔ اس عرصہ میں کئی بچے ہوئے اور مر گئے۔ بادشاہ کو اولاد کی بڑی آرزو تھی اور اس تمنا میں اکثر صاحب کمال فقراء کی خدمت میں بھی التماس دعا کے واسطے حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن شیخ محمد بخاری اور حکیم عین الملک نے بادشاہ کے روبرو حضرت شیخ سلیم چشتی کے بہت سے اوصاف و کمالات بیان کئے۔ بادشاہ کو ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا اور خود حضرت شیخ سلیم چشتی کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی التجا کی۔ اس ملاقات کا حال جہانگیر بادشاہ نے اپنی کتاب **"توزک جہانگیری"** میں اس طرح لکھا ہے:

"جن دنوں والد بزرگوار کو فرزند کی بڑی آرزو تھی، ایک پہاڑ میں سیکری علاقہ آگرہ کے پاس شیخ سلیم نام ایک صاحب حالت فقیر تھے کہ عمر کی بہت منزلیں طے کی ہوئی تھیں، اُدھر کے لوگوں کو اُن سے بڑی عقیدت تھی، میرے والد جو کہ فقراء کے نیازمند تھے اُن کے پاس گئے۔ ایک دن اثنائے توجہ اور بے خودی کے عالم میں ان سے پوچھا کہ حضرت کیا میرے فرزند ہوں گے ؟ فرمایا: کہ خدا تمہیں تین فرزند دے گا۔ والد نے کہا کہ میں منت مانتا ہوں کہ پہلے فرزند کو آپ کے دامنِ تربیت و توجہ میں ڈالوں گا اور آپ کی مہربانی کو اُس کا حامی اور حافظ کروں گا۔ شیخ کی زبان سے نکلا کہ مبارک ہو۔ میں بھی اُسے اپنا ہم نام بناؤں گا"۔

اکبر بادشاہ کو بیٹا ملا

اس ملاقات کے تھوڑے ہی دن بعد بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ایک بیگم کو حمل ہے۔ یہ سن کر بادشاہ اکبر کو بہت خوشی حاصل ہوئی اور بیگم کو خود حضرت شیخ سلیم چشتی کے مکان پر پہنچا دیا اور چند روز حضرت شیخ سلیم چشتی کی ملازمت میں رہا اور رنگ محل کی عمارت شیخ سلیم چشتی کی حویلی اور خانقاہ کے پاس بنوانی شروع کی۔ اور حضرت شیخ سلیم چشتی کے واسطے ایک جدید عالی شان خانقاہ اور مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔

جہانگیر کی پیدائش

17، ربیع الاول 977ھ بمطابق 1569ء کو شاہزادہ سلیم (یعنی جہانگیر بادشاہ) اور 13 محرم 978ھ بمطابق 1570ء کو شہزادہ مراد اسی مکان (یعنی رنگ محل) میں پیدا ہوا۔ دونوں مرتبہ بڑی بڑی خوشی کے سامان ہوئے اور تمام ممالک محروسہ کے قیدی آزاد ہو گئے۔ جب شہزادہ سلیم کی عمر دو برس کی ہو گئی تو 17 ربیع الاول 979ھ بمطابق 1571ء کو اکبر بادشاہ حضرت شیخ سلیم چشتی کے مکان پر آیا۔ دونوں شہزادوں کو دیکھا خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ اُسی دن حکم دیا کہ دیوان دولت اور شبستان حشمت کے لیے قصرہاے عالی(یعنی بلند و بالا محلات) تعمیر ہوں۔ تمام ادنی و اعلیٰ امراء پختہ اور مضبوط اور گچ کاری(یعنی پچے کاری) کی عمارتوں سے محل اور مکانات آراستہ کریں۔ پختہ اور مضبوط اور چوپڑ کے بازار، مدرسے، خانقاہیں، حمام اور باغات تعمیر کئے جائیں۔ شرفا، غربا ہر پیشہ کے لوگ آباد ہو کر دلچسپ مکانوں اور دلکش دوکانوں سے شہر کی آبادی بڑھائیں۔

فتحپور سیکری کی بنیاد

شہر کے گرد پتھر اور چونے کی فصیل کا دائرہ کھینچا جائے۔ غرضکہ اسی تاریخ کو فتح پور سیکری کی بنیاد قائم ہوئی۔ اور بہت تھوڑی مدت میں ایسا طلسماتی شہر آباد ہو گیا جس کے موجودہ کھنڈرات اور آثارات کو دیکھ کر آج بھی سیاحان عالم تعجب کرتے ہیں۔ چونکہ شہنشاہ بابر نے اسی سیکری کے قریب موضع خانوہ کے میدان میں رانا سانگا پر فتح پائی تھی لہذا بادشاہ نے مبارک شگون سمجھ کر فتح آباد نام رکھا پھر فتح پور مشہور ہو گیا اور بادشاہ نے بھی اسی نام کو پسند فرمالیا۔ اور کاغذات شاہی میں دار الخلافت، دار السرور، دار النور، دارالسلطنت، دار الاقبال کے خطاب کے ساتھ لکھا جانے لگا۔ جہانگیر نے لکھاہے کہ

"والد بزرگوار (یعنی اکبر بادشاہ) نے موضع سیکری کو جو میری پیدائش کی جگہ ہے مبارک سمجھ کر اپنا پائے سخت مقرر کیا اور 14۔15 برس کی مدت میں تمام پہاڑ اور جنگل میں جس میں سوائے درندوں کے کسی کا گزر بھی نہ ہوتا تھا عالیشان اور نفیس عمارتیں، سرسبز باغات اور سیر گاہیں تعمیر ہو کر ایک بڑا شہر آباد ہو گیا، جو گجرات کی فتح کے بعد فتح پور کے نام سے موسوم ہوا"۔

اس مضمون کو منشی ولی الدین صاحب چشتی فتحپوری نے کیا خوب نظم کا لباس پہنایا ہے۔

پہلے تھا یہ ایک دشت ویراں
رہتے تھے مدام دام و دو یاں
پر سیکری گاؤں میں کچھ انساں
آباد تھے بادل پریشاں

القصہ یہ ایک مکان ہو تھا
ویرانہ و دشت چار سو تھا

اس کوہ کا ناگہاں مقدر
چمکا جو مثال ماہ انور
ایک برج شرف کا ماہ اس پر
طالع ہوا مثل شاہِ خاور

جب گردش و انقلاب نکلا
اس کوہ پہ آفتاب نکلا

یعنی قدم سلیم آیا
اس کوہ پہ بھی کلیم آیا
خضر رہِ مستقیم آیا
فیاض و سخی نعیم آیا

مسجد کا جو شوق دل میں آیا
کعبہ سر کوہ بنایا

بڑھنے لگی پھر تو زیب و زینت
قائم ہوئی ہر طرف عمارت
لٹنے لگی سلطنت کی دولت
بجنے لگی تہنیت کی نوبت

حضرت کی دعا نے پائی تاثیر
پیدا ہوا خلق میں جہانگیر

فتحپور سیکری دارالسلطنت بن گیا

علامی ابو الفضل آئین اکبری میں لکھتے ہیں: سرکار بیانہ کا ایک گاؤں سیکری دارالخلافت آگرہ سے 12 کوس کے فاصلے پر واقع ہے اُس کی خوش قسمتی نے جب زور کیا تو جہاں پناہ (اکبر) نے اُس کو تمام شہروں کا سر تاج بنا دیا۔ یہاں ایک پختہ اور مضبوط قلعہ تعمیر کر کے اُس کے ایک دروازے (ہتیاپول) پر پتھر کے ہاتھی نصب کرائے۔ یہ عالیشان محلات سے مزین ہے۔ پہاڑی کی چوٹیوں پر قصر شاہی اور اُمرائے سلطنت کی عالیشان حویلیاں ہیں۔ نیچے میدانوں میں کوسوں تک بے شمار پر فضا باغات اور موسم گرما میں ہوا خوری کے واسطے بارہ دریاں بنی ہیں۔ جہاں پناہ (یعنی اکبر بادشاہ) نے ایک مسجد، مدرسہ، خانقاہ اور ایک مقبرہ (درگاہ حضرت شیخ سلیم چشتی) انہی پہاڑیوں پر تعمیر کرایا ہے۔ یہاں کی عمارات کی خوبصورتی اور دلاربائی اور صنعت کو دیکھ دیکھ کر سیاحان دور و نزدیک محو حیرت ہوتے ہیں۔ روئے زمین کی کوئی عمارت قصرہائے شاہی کی شان شوکت کو نہیں پہنچتی۔ شہر کے پاس ہی شاہی چوگان اور شکار کھیلنے کا میدان ہے۔ اُسی میں ایک مینار (حرم مینار یا ہرن مینار) بنا ہے جس پر بیٹھ کر بادشاہ اکبر ہاتھیوں کی لڑائی دیکھا کرتا ہے۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے پتھر کی کان بھی یہیں پیدا کر دی ہے جو روپ بانس (فتحپور سے 5 کلومیٹر دور ایک گاؤں) میں لال پتھر کی کان ہے۔ جس میں سے جتنا چاہو پتھر لے لو۔ یہاں کی عمارات کے تمام ستون اور پٹیاں یہیں کے پتھر کی ہیں جنہیں گویا خداوند قدیر نے جہاں پناہ (اکبر بادشاہ) ہی کے واسطے امانت رکھا تھا۔ عمدہ ریشمی کپڑے کے کارخانے بادشاہ

اکبر کے ایما سے یہاں جاری ہیں اور ہر قسم کے اہل فن و ہنر اور باکمال صناع اس جگہ اکبر بادشاہ کی سر پرستی میں جمع ہیں۔ ایک عالیشان پختہ اور مضبوط بازار بھی تعمیر کرایا ہے۔ غرضکہ اس شہر کی خوبصورتی اور خوش نمائی کو دیکھ کر تمام دنیا کے بڑے بڑے شہر اس پر رشک کرتے ہیں۔ جہاں پناہ (اکبر بادشاہ) نے خود اس کا نام فتح آباد رکھا تھا۔ مگر رعیت نے اس نام کو پسند نہیں کیا اور درخواست کی کہ ہم اپنے شہر کا نام فتح پور رکھنا چاہتے ہیں۔ رعیت کے دلدادہ بادشاہ نے اُن کی درخواست کو بخوشی منظور کیا۔ چنانچہ اب یہ فتح پور کے نام سے موسوم ہے۔

فتحپور سیکری کی چہل پہل

فتح پور سیکری کی اکبری زمانے کی آبادی اور رونق کا اندازہ یوروپین سیاح و سوداگر کی تحریر سے بخوبی ہوتا ہے وہ لکھتا ہے کہ: یہاں (آگرہ) سے ہم فتح پور سیکری میں پہنچے جہاں بادشاہ دربار کرتا ہے یہ آگرہ سے بڑا ہے مگر گلیاں اور مکانات ایسے خوبصورت اور صاف نہیں ہیں۔ یہاں بھی کثرت سے مسلمان رہتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہاں پر بادشاہ نے ایک ہزار ہاتھی، بیس ہزار گھوڑے اور بارہ سو ہرن پالے ہیں اور مرغوں، بازوں اور دوسری شکاری چڑیوں کی تعداد تو اس قدر زیادہ ہے کہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ حرم سرا میں آٹھ سو بیگمات ہیں بادشاہ کا دربار بڑا رفیع الشان ہے اس کو دار خانہ کہتے ہیں۔ آگرہ اور فتح پور دونوں شہر لندن سے بہت بڑے ہیں۔ ان دونوں شہروں کے درمیان میں 12 میل کا فاصلہ ہے مگر یہ تمام درمیانی راستہ ماکولات اور دوسری اجناس کے بازاروں سے ایسا آباد ہے کہ شہر ہی کا سلسلہ معلوم ہوتا ہے۔ آدمیوں کی آمد ورفت بھی اس کثرت سے ہے کہ گویا بازار ہے۔

اس شہر میں فارس، تبت اور سارے ہندوستان اور دیگر ممالک کے سوداگر ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں اور ریشم، کپڑے، قیمتی جواہرات کی خوب خرید و فروخت ہوتی ہے۔

فتحپور سیکری کی تنزلی

اکبر بادشاہ کے بعد اگر چہ فتح پور سیکری کی آبادی کو تنزل ہونا شروع ہوا، لیکن جہانگیری عہد میں حضرت شیخ سلیم چشتی کے پوتے، پرپوتے اور نواسے ایسے مدارج اعلیٰ پر پہنچے کہ اُن کی امارت و ریاست کی وجہ سے کم و بیش یہاں کی رونق قائم رہی۔ جہانگیر۔ شاہجہاں اور عالمگیر اکثر فتح پور آئے گئے۔ محمد شاہ کے زمانے تک تمام عمارات شاہی کی حفاظت اور مرمت ہوتی رہی۔ جب سلطنت مغلیہ میں ضعف پیدا ہوا اور جاٹوں اور مراہٹوں کی لوٹ کھسوٹ شروع ہوئی، محلے کے محلے کوچے کے کوچے ویران ہو گئے اور سیکڑوں ہزاروں نفیس و بے نظیر عمارتیں بے درد ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گئیں۔ خدا بھلا کرے لارڈ کرزن صاحب بہادر وائسرائے و گورنر جنرل ہند کا جنہوں نے آثار قدیمہ کے تحفظ کا قانون بنا کر فتح پور سیکری کی باقی ماندہ دل فریب اور نادر الوجود عمارات کی مرمت کرا دی اور تاریخی واقعات کے ساتھ تمام عمارات کے نقشے اور باقی ماندہ نقش و نگار اور صناعیوں کے عجیب و غریب، نمونوں کو صفحۂ قرطاس پر جلوہ افروز کرا کے بقائے دوام کے مرتبہ پر پہنچا دیا۔

فتحپور سیکری کے دروازے

فتح پور سیکری کی موجودہ آبادی 1901ء کی مردم شمار کے بموجب صرف 7147 ہے۔

اس آبادی کا کچھ حصہ پہاڑ پر اور کچھ حصہ پہاڑ کے نیچے جنوبی جانب آباد ہے۔ تین طرف ایک پختہ کنگورہ دار فصیل (یعنی چہار دیواری) ہے۔

جس کا دور 6 میل کا بیان کیا جاتا ہے۔ فصیل کے ہر موڑ پر برج ہیں اور حسب ذیل آٹھ پختہ اور مضبوط دروازے بنے ہیں:

(1)۔۔۔دہلی دروازہ
(2)۔۔۔آگرہ دروازہ
(3)۔۔۔لال دروازہ
(4)۔۔۔بیر پول دروازہ
(5)۔۔۔چندر پول دروازہ
(6)۔۔۔گوالیار دروازہ
(7)۔۔۔تیرہ دروازہ
(8)۔۔۔اجمیری دروازہ

ان کے علاوہ تیرہ اور اجمیری دروازوں کے درمیان میں ایک معمولی دروازہ پہاڑی پر اور ہے جو چور کھڑکی کے نام سے موسوم ہے۔

اکبری زمانے میں فصیل کے اندر اور قرب و جوار میں زمین کی اس قدر قلت اور آبادی کی کثرت تھی کہ امرائے عالی شان کو بھی جگہ دستیاب نہ ہوتی تھی۔ اب یہ حال ہے کہ آگرہ دروازے میں گھستے ہی کھنڈر نظر آنا شروع ہوتے ہیں۔ جدھر نظر اٹھا کر دیکھئے پتھر اور چونے کے انبار اور منہدمہ عمارات کے آثار نظر آتے ہیں۔ صرف نقار خانہ اور درگاہ شریف کی درمیانی عمارتیں کسی قدر اچھی حالت میں ہیں جن کی بلند چوٹیوں اور میناروں پر

صبح کو طائران خوش الحان
پڑھتے ہیں کل من علیھا فان

ایک فرانسیسی مورخ کا بیان

مشہور فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان اپنی شہرہ آفاق کتاب **"تمدن عرب"** میں لکھتا ہے کہ: اکبر نے 1560ء سے دس سال تک فتحپور کا قصر یعنی محل بنایا جس کا بقیہ اس وقت بھی

ہمیں اُن سوتے ہوئے شہروں کو یاد دلاتا ہے جن کی تصویر الف لیلہ میں کھینچی گئی ہے۔ چند روز بعد ہی آب و ہوا سے تنگ آکر اُس نے اس نئے پایہ تخت کو مع تمام مکانات اور حویلیوں اور مساجد اور آبادی کے چھوڑ دیا۔ اُس وقت سے یہ پر تکلف شہر جسے یورپ کی بڑی ریاستیں بھی اپنا دارالسلطنت بنانے کا فخر کریں صرف شیروں کا مسکن و ماوا ہو گیا اور انسان کی جنس سے اس میں صرف چند فقیر رہ گئے۔

منشی ولی الدین صاحب چشتی نے خوب لکھا ہے:

گلزار تھا فتح پور ایک دن
بے خار تھا فتح پور ایک دن
دربار تھا فتح پور ایک دن
دُر بار تھا فتح پور ایک دن
باقی ہے مکاں مگر مکیں نہیں ہے
خاتم ہے مگر نگیں نہیں ہے
تھا معدن زر کبھی یہ مسکن
تھا گنج گہر کبھی یہ مسکن
تھا جائے ظفر کبھی یہ مسکن
تھا روح بشر کبھی یہ مسکن
دل سوز تھا ہر دریا اس کا
مداح تھا شہر یار اس کا
فردوس کا باغ تھا کبھی یہ
گزار کا داغ تھا کبھی یہ

ہر غم سے فراغ تھا کبھی یہ
دہلی کا چراغ تھا کبھی یہ
اب تو فقط ایک کھنڈر پڑا ہے
اس گھر کو فلک بھی رو رہا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بابِ دوم: درگاہ شریف

☆...درگاہ شریف
☆...بلند دروازہ
☆...زنانہ روضہ
☆...جامع مسجد
☆...روضہ سلیم چشتی
☆...روضہ نواب اسلام خان چشتی
☆...جھالرہ
☆...حمام نواب اسلام خان
☆...لنگر خانہ
☆...مسجد سنگ تراش
☆...رنگ محل
☆...چوک نواب اسلام خان
☆...بدیع محل
☆...حویلی شیخ فیروز
☆...سموسہ محل
☆...نو محلہ

مکتبہ دار السنہ دہلی



منقبت در شان حضرت شیخ سلیم چشتی (فتح پور سیکری)

ہے سلطنت جہاں کی سب تیرے زیر فرماں
چاکر ہیں تیرے در کے فغفور اور خاقان
خوانِ کرم پہ تیرے ہے خلق ساری مہماں
ہیں حکم میں تمہارے جن و پری و انساں
ہو وقت کے سلیماں حضرت سلیم چشتی

تم سب سے ہو معظم اور سب سے ہو مکرم
خلقت ہوئے تمہارے سب نور سے مجسم
اور خوبیاں جہاں کی تم پر ہوئیں مسلم
ابرِ کرم سے تیرے دائم ہے سبز و خرم
عالم کا سب گلستاں حضرت سلیم چشتی

پشت و پناہ ہو تم ہر اک گدا و شہ کے
محتاج ہیں تمہارے اک لطف کی نگہ کے
منزل پہ آ کے پہنچے سالک تمہارے رہ کے
خاکِ قدم تمہارے در چشم مہر و مہ کے
ہو روشنی کے ساماں حضرت سلیم چشتی

کلیات نظیر اکبر آبادی

باب دوم

درگاہ شریف مع عمارات ملحقہ بالائے کوہ

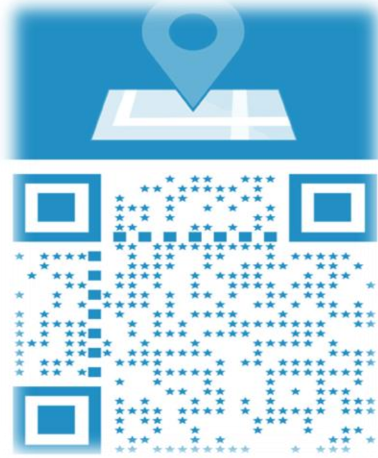
درگاہ شریف

فتحپور کی تمام عمارتوں کی جان اور سرتاج درگاہ حضرت شیخ سلیم چشتی کی عمارت ہے جو صنعت و رفعت، عزت و عظمت ہر لحاظ سے ممتاز اور زمانۂ اکبری کی تمام عمارات پر خاص فوقیت رکھتی ہے درگاہ کیا ہے؟ ایک چھوٹا سا قلعہ ہے، اکبر نے اصل میں حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واسطے یہ عالی شان خانقاہ تعمیر کرائی تھی جو پانچ لاکھ روپیہ کے خرچ سے پانچ سال کے عرصے میں بن کر تیار ہوئی تھی۔ شیخ سلیم چشتی کے روضہ کے علاوہ تمام عمارت نفیس لال پتھر کی ہے۔ مغربی گوشے میں عالی شان جامع مسجد اور بقیہ گوشوں میں حُجرے اور ان کے آگے برآمدے ہیں۔ کل عمارت میں 87 حجرے، چھوٹے بڑے 81 در، دو بڑے اور دو چھوٹے دروازے اور دالانوں اور مسجد کی چھت پر اندرونی جانب 127 برجیاں بنی ہیں جنہوں نے عمارت کی خوش نمائی کو دوبالا کر دیا ہے۔ ان کے علاوہ 12 برجیاں بلند دروازہ پر اور 26 برجیاں نواب اسلام خان کے روضہ پر بھی ہیں۔ پختہ اور مضبوط چہار دیواری پر جس کی بلندی 68 فیٹ ہے نہایت خوبصورت کنگورے کٹے ہوئے ہیں۔ مشرقی دیوار کے دونوں گوشوں پر آٹھ پہل برج ہیں۔ درمیانی صحن شرقاً غرباً 430 فیٹ اور شمالاً جنوباً 366 فیٹ ہیں کل صحن میں لال پتھر کا فرش ہے۔ شمالی جانب حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا روضہ، نواب اسلام خان کا مقبرہ اور زنانہ روضہ ہے۔ جنوبی جانب کا عالی شان اور صدر دروازہ **"بلند دروازہ"** اور

مشرقی جانب کا دروازہ **"شاہی دروازہ"** کے نام سے موسوم ہے۔ درگاہ کے صحن میں بہت سی قبریں اور ایک برکھا (کنواں) بنا ہوا ہے جس میں روضہ کی چھت کا سالاتی پانی جمع رہتا اور پینے کے کام میں آتا ہے۔ درگاہ شریف یا مسجد کی مغربی دیوار کی پشت پر ایک وسیع احاطہ ہے جس میں عورتوں اور بچوں کی قبریں ہیں اسی میں حضرت شیخ سلیم چشتی کے ایک خردسال بچے شیخ **تاج الدین** کا مزار بھی ہے جو بالے میاں کے مزار کے نام سے موسوم ہیں۔ کھڑکی دروازہ کے قریب ہی ایک پختہ اور مضبوط سہ دری شیخ ابراہیم معصوم ابن شیخ زین اولیاء رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تعمیر کی ہوئی واقع ہے۔

مزار مبارک حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ





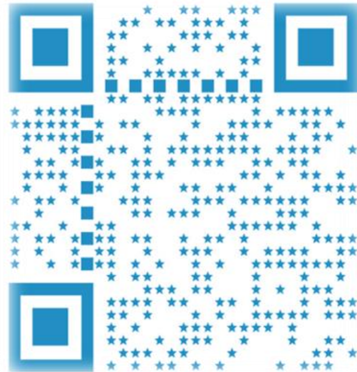
حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ مزار مبارک تک پہنچ سکتے ہیں۔

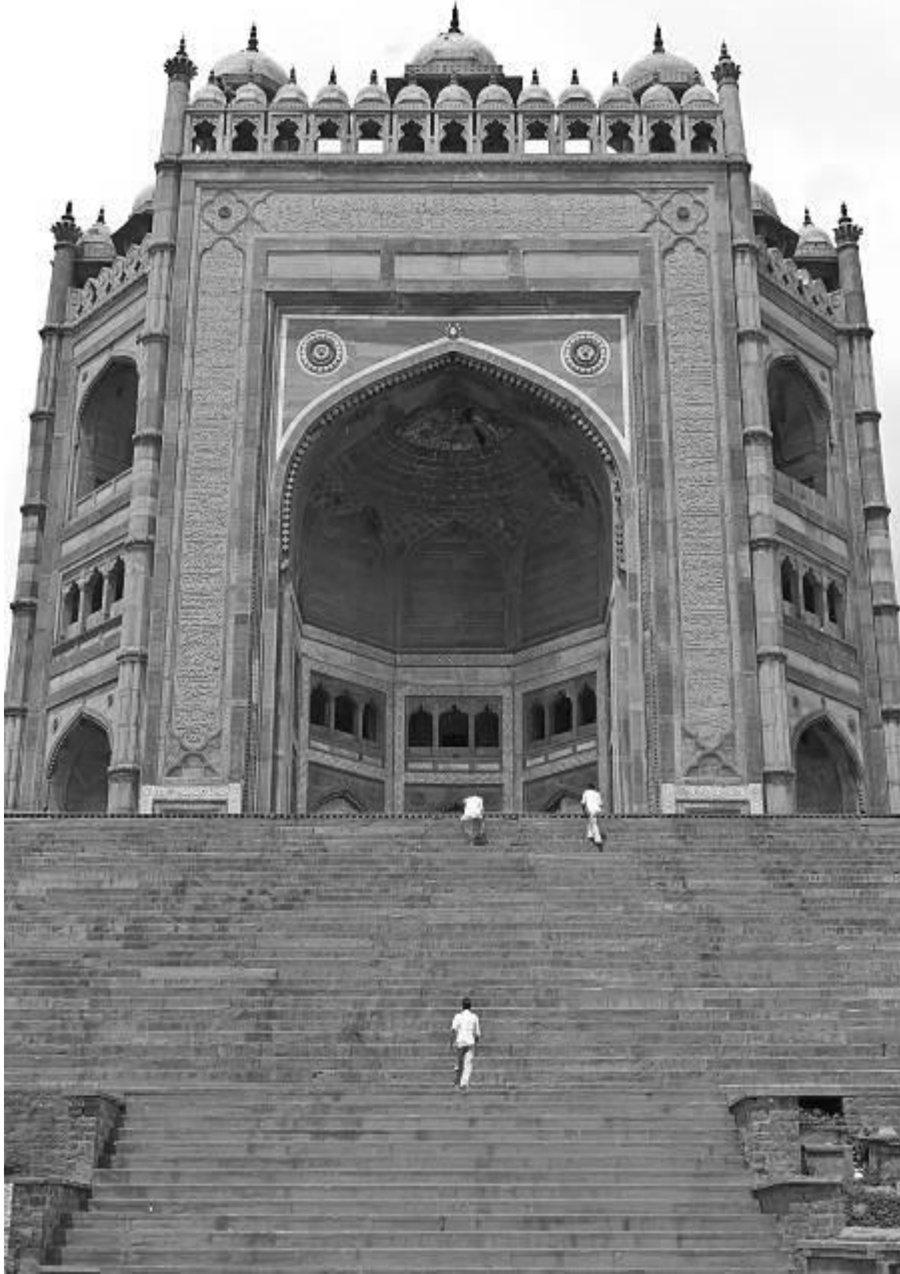
بلند دروازہ

اس رفیع الشان پختہ اور مضبوط دروازہ کی خوش نمائی اور بہترین منظر کا بیان، حد بیان سے باہر ہے۔ پہاڑی کی سب سے بلند چوٹی پر اس کی پنج منزلہ عمارت واقع ہے، ہر منزل میں خوش نما دالان اور برج و برجیاں بنی ہوئی ہیں، یہ دروازہ 129 ،فیٹ بلند اور میلوں دور سے نظر آتا ہے۔ پیش اور طاقچوں کی خوش نمائی نفیس سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کی پچے کاری اور بے نظیر منبت کاری دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، اس کا بے نظیر کتبہ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ایک خلیفہ شیخ حسین ابن احمد چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے پُرزور قلم کی بہترین یادگار ہیں، یہ عالی شان دروازہ 983ھ بمطابق 1575ء کا تعمیر کیا ہوا ہے۔

اندرونی جانب درمیانی در کے بازؤں پر نستعلیق و خوش خط حروف میں جو کتبہ کندہ ہے وہ اکبر کے زمانہ کے ایک مشہور کتابت نویس امیر میر معصوم کی یادگار اور 1010ھ میں کندہ (یعنی لکھا) کیا گیا ہے۔ مغربی بازو کے کتبہ کے اوپر ایک قابل دید طغریٰ کندہ ہے جسے شاہجہاں کے زمانہ اور 1042ھ میں احمد علی ارشد نامی طغرہ نویس نے کندہ کیا تھا۔

بلند دروازہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ بلند دروازہ تک پہنچ سکتے ہیں۔





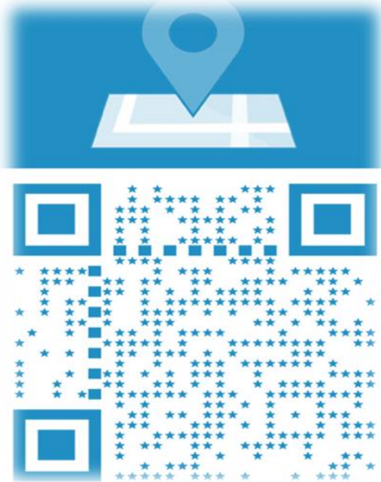
زنانہ روضہ

درگاہ شریف کے شمالی جانب یعنی پیچھے، بلند دروازہ کے سامنے جو خوشنما دروازہ نظر آتا ہے یہ زنانہ قبرستان کا دروازہ ہے جس میں حضرت شیخ سلیم چشتی کے خاندان کی مستورات کی قبریں ہیں، اس دروازہ کی پیشانی اور اطراف میں سنگ مرمر اور فیروزی رنگ کی چینی کا بہت اچھا کام ہے۔ بالائی حصے پر خوش نما گلدستے اور کمزیاں مزین ہیں۔

زنانہ روضہ



زنانہ روضہ کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے ، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ زنانہ روضہ تک پہنچ سکتے ہیں۔



جامع مسجد

درگاہ شریف کے مغربی کونے میں یہ وسیع ورفیع الشان مسجد واقع ہے جو جامع مسجد کے نام سے موسوم اور دنیا کی اعلی وافضل مساجد میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کی لمبائی 291 فیٹ اور چوڑھائی 78 فیٹ یا 63 فیٹ ہے، یہ اندر سات درجوں میں منقسم ہے، درمیانی درجے کے آگے پیش طاق اور اطراف میں تین تین درجوں کے آگے 9، 9 محراب دار دروں کے 2 درجے ہیں اس تفصیل سے کل مسجد میں 10 درجے ہیں جن میں 136 بلند اور منقش ستون نسب ہیں، مغربی دیوار میں بہت خوشنما محرابیں بنی ہیں، آیات قرآنی کے متبرک کتبوں اور سنگ مرمر وسنگ موسی اور چینی کی پچے کاری نے مسجد کی خوش نمائی کو دوبالا کر دیا ہے۔

مسجد کا درمیانی درجہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ خوبصورت ہے جس کا فرش اور پیش طاق سنگ مرمر کا ہے، یہ سنگ مرمر کا کام مسجد کی تعمیر کے ۳۵ سال بعد نواب قطب الدین کوکلتاش نے جو حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے اور جہانگیری زمانے کے مشہور امرا میں تھے بنوایا تھا، "جنت ثانی" کے عدد ۱۰۱۴ھ اِس کی تعمیر کی تاریخ ہے۔ صَنّاعانِ باکمال نے درمیانی درجے کو خوشنما بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھائے نہیں رکھا۔ خوشنما پچے کاری، اعلی منبت کاری اور انواع واقسام کی گل کاری سے نمونۂ بہشت بریں بنا دیا تھا۔ مسجد کا پیش طاق نہایت شاندار اور فرش سے 78 فیٹ 9 اِنچ بلند ہے اس میں نہایت ہی خوش خط نستعلیق حروف میں یہ کتبہ لکھا ہوا ہے:

در　زمانِ　شہِ　جہاں　اکبر
کہ　از　و　ملک　را　نظام　آمد

شیخ	الاسلام	مسجدے	آراست
کز صوفا	کعبہ	احترام	آمد
سال اتمام	ایں	بنائے	رفیع
ثانی	المسجد	الحرام	آمد

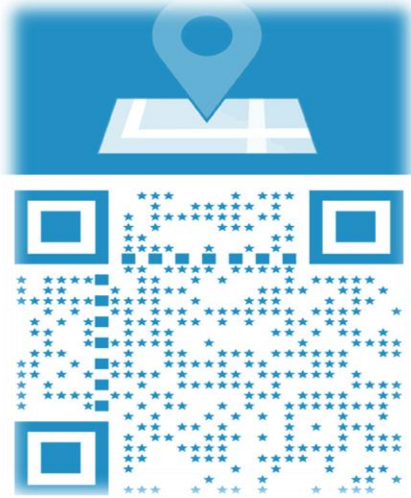
اس مسجد کی تعمیر کا سال 979ھ ہے۔

چھت پر نہایت عالی شان تین گنبد اور متعدد گلدستے اور مینارے بنے ہیں یہ گنبد گچ کاری کے ہیں مگر نہایت شاندار اور اعلیٰ صنعت کا نمونہ ہیں۔

جامع مسجد فتحپور سیکری



جامع مسجد کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی ، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ جامع مسجد تک پہنچ سکتے ہیں۔



روضہ حضرت شیخ سلیم چشتی

درگاہ شریف کی اندرونی عمارات میں سب سے زیادہ خوش نما عمارت حضرت شیخ کے روضہ کی ہے جسے 988ھ بمطابق 1580ء میں نواب قطب الدین خان کوکلتاش نے تعمیر کرایا تھا سُبْحٰنَ اللہ! عجیب نفیس و نورانی عمارت ہے جسے اگر نمونۂ فردوسِ بریں کہیں تو بجا ہے یا بقعۂ نور سمجھیں تو روا ہے، صنّاعان چابک دست نے اپنا خوب کمال دکھایا ہے کہ روضۂ رضواں کا نمونہ فرش زمین پر بنایا ہے۔ یہ نہایت دلکش اور ایسا دلچسپ مقام ہے جس کے نظارے سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہو کر صانعِ حقیقی کی صنعتِ کاملہ کا جلوہ پیش نظر ہو جاتا ہے خصوصاً شبِ ماہ میں تو اس پر ایسا نور برستا ہے جس کا بیان الفاظ کے ذریعے سے ناممکن ہے۔

یہ عمارت خالص اور شفاف سنگ مرمر کی ہے مزار مبارک کا خاص حجرہ مربع شکل کا ہے جس کا ہر گوشہ 16 فٹ 4 اِنچ ہے، اس کے 3 دروازے سنگ مرمر کی جالیوں سے بند ہیں۔ جنوبی دروازے میں کواڑ لگے ہیں فرش نہایت خوش نما اور پر تکلف سنگ مرمر کے اندر سنگ ابری، سنگ موسی وغیرہ کی پچے کاری سے قطعہ دار بنا ہوا ہے۔ مزار مبارک کے کٹہرے کے اوپر سیپ کی نفیس و باریک پچے کاری کا چھپر کھٹ ہے جو خصوصیت کے ساتھ دیکھنے کے قابل اور لائقِ داد ہے۔

حجرے کے اطراف میں 11 فیٹ چوڑی غلام گردش ہے جس کے چاروں کونے میں 5-5 در ہیں جو سنگ مرمر کی نہایت خوبصورت باریک اور مختلف الوضع جالیوں سے جن کی نفاست و نزاکت قابل دید ہے۔ یہ بند ہیں صرف جنوبی جانب کے درمیانی حصہ میں دروازہ ہے جس میں آبنوسی کواڑ لگے ہیں۔ روضہ کی بیرونی دیواروں پر جو غلام گردش میں ہیں خط نسخ میں

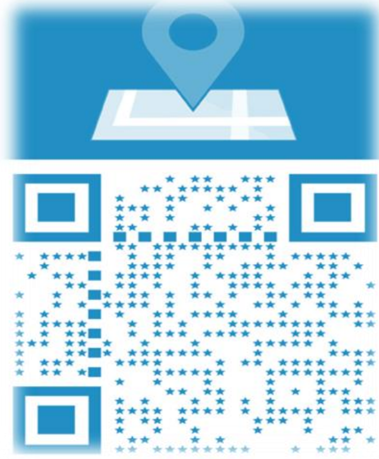
آیات قرآنی کے ایسے خوش خط کتبے کندہ ہیں جن کی تعریف بیان میں نہیں آسکتی۔ کتبوں کے اوپر خوش نما طاقچہ اور گلدستے بنے ہیں اگرچہ ان کتبوں اور گلدستوں کا طلائی کام اب باقی نہیں رہا لیکن نمونہ کے طور پر جنوبی جانب کے تین کتبوں اور چار گلدستوں پر سونے کے پانی سے از سرنو جلا کی گئی ہے۔ دروازے کی پیشانی پر یہ تاریخ لکھی ہوئی ہے:

مغیثِ ملت پیر طریق شیخ سلیم
کہ در کرامت و قربت جنید و طیفور است
مُنوَّر است از و شَمع خانوادۂ چشت
فرید گنج شکر را خلف تریں پور است
دو بیں مباش زخود فانی و بحق باقی
کہ سالِ رحلتش اندر زمانہ مشہور است

غلام گردش کے اس دروازہ کے آگے ایک خوشنما سائبان بنا ہے جس کا فرش اور ستون بہت خوبصورت ہیں اور جگہ جگہ باریک منبت کاری کی ہوئی ہے۔ اس سائبان کے آگے سنگ مرمر کا چھوٹا سا چبوترہ ہے اور اس کے سامنے یعنی درگاہ کے صحن میں 77 فیٹ ×58 فیٹ سنگ مرمر کا فرش ہے جس سے ملا ہوا پختہ اور مضبوط حوض فوارہ کے ساتھ ہے۔ روضہ کا گنبد سنگ مرمر کا ہے جو بجائے گچکاری کے گنبد کے سن 1866ء میں مسٹر مینسل صاحب کلکٹر ضلع کے حکم سے بنوایا گیا تھا۔

روضہ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ





حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ مزار مبارک تک پہنچ سکتے ہیں۔

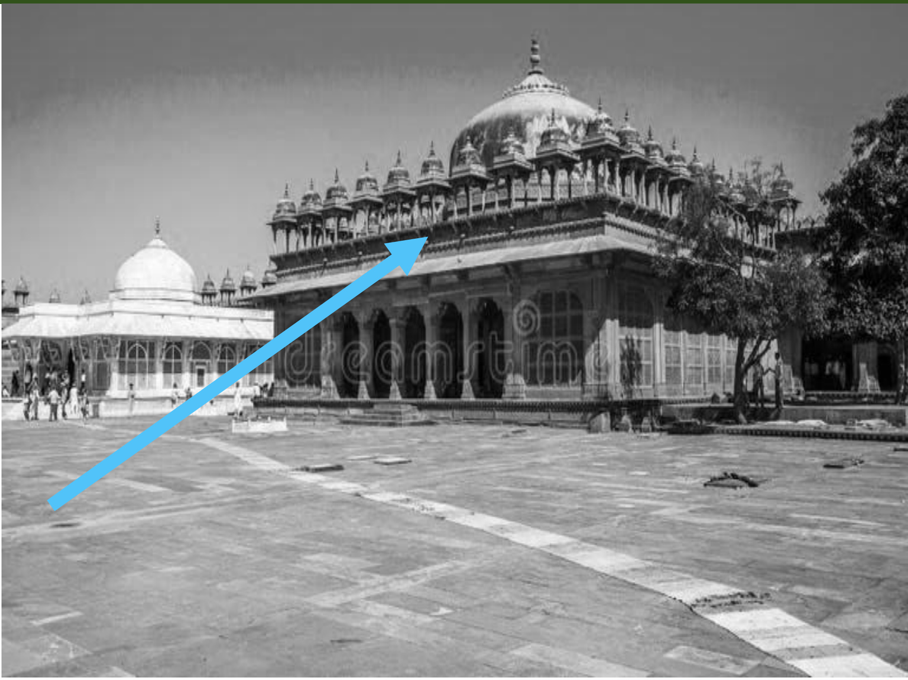
روضہ نواب اسلام خان چشتی

نواب اسلام خان کا اصلی نام شیخ علاء الدین تھا۔ یہ شیخ بدر الدین کے بیٹے اور حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے تھے۔ جہانگیر کے زمانے میں بنگالہ کے صوبہ دار اور مشاہیر اُمراسے تھے۔ سن 1022ھ بمطابق 1613ء میں وفات پائی۔ حضرت شیخ کے روضہ کے قریب جو دوسرا رفیع الشان گنبد ہے اس کے اندر آپ کا مزار واقع ہے۔ اس گنبد کے اندر اور برآمدوں میں حضرت شیخ کے خاندان کے مردوں اور مشاہیر خلفاء کی قبریں ہیں۔ مغربی برآمدے میں تین حجریں ہیں۔

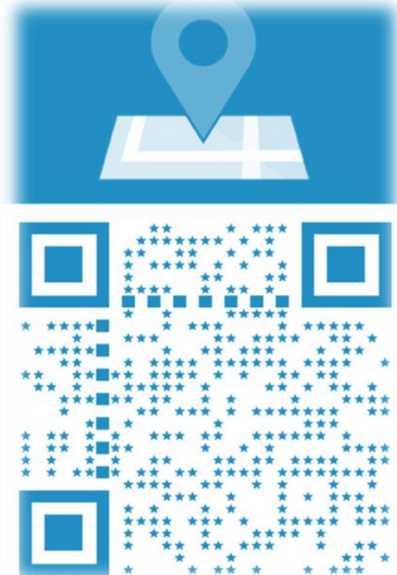
(1)۔۔۔ پہلے حجرہ میں نواب مکرم خان (شیخ عبدالصمد ابن شیخ بایزید ابن شیخ احمد ابن شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(2)۔۔۔ درمیانی میں نواب محتشم خان (شیخ قاسم ابن شیخ بدر الدین ابن شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(3)۔۔۔ تیسرے حجرے میں جو گوشۂ جنوب و مغرب میں ہے حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشہور خلیفہ اور مہتمم خانقاہ معلی شیخ حاجی حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارات ہیں۔ اس گنبد کے مشرقی جانب جو قبرستان ہے وہ یاران چبوترہ کے نام سے موسوم ہے اور اس میں حضرت شیخ سلیم چشتی کے خلفاء اور بہت سے بزرگان دین کے مزارات واقع ہیں۔



نواب اسلام خان چشتی کے روضہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔

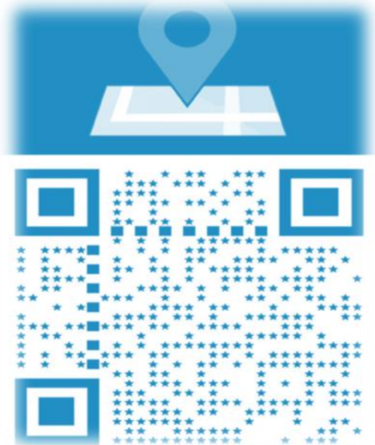


حمام نواب اسلام خان

بلند دروازہ کے سامنے جو حمام واقع ہے اسے نواب اسلام خان چشتی فاروقی نے عام فقراء اور مساکین کے واسطے تعمیر کرا کر درگاہ کے متعلق کر دیا تھا، اس میں دو درجہ اور 15 غسل خانے ہیں۔



حمام نواب اسلام خان چشتی کے روضہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



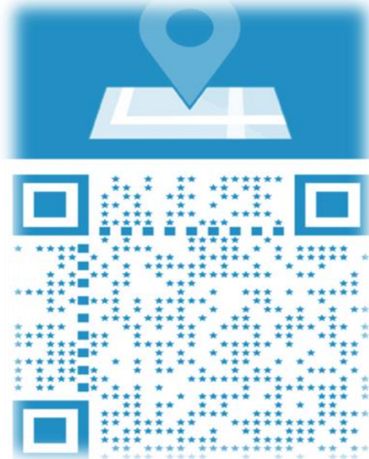
لنگر خانہ

بلند دروازے کے قریب مشرقی جانب جو عمارت ہے وہ لنگر خانہ کہ نام سے موسوم ہے اس میں چاروں طرف وسیع پختہ اور مضبوط دالان بنے ہیں پہلے کے زمانہ میں اسی عمارت میں دو وقت ہزاروں فقراء اور مساکین کو کھانا دیا جاتا تھا۔

لنگر خانہ



لنگر خانہ کے Location کا QR Code
اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکتے ہیں۔

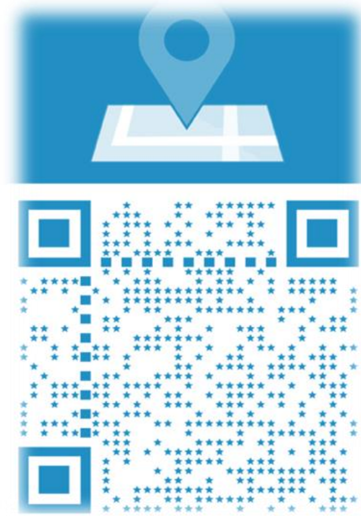


جھالرہ

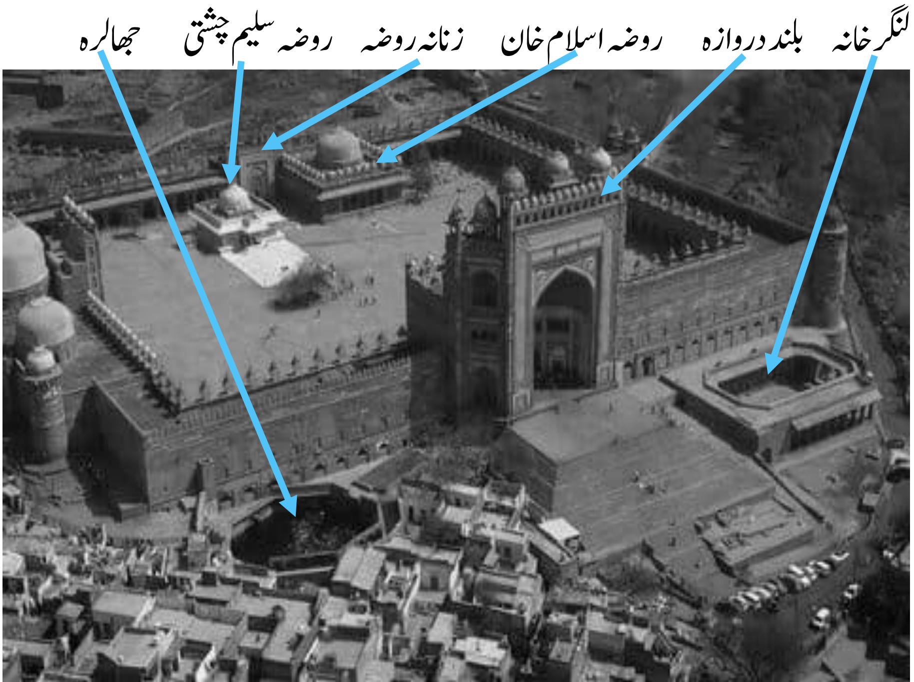
یہ مصنوعی جھیل جو بلند دروازہ کے گوشۂ جنوب و مغرب میں واقع ہے نواب قطب الدین خان کوکلتاش کی بنوائی ہوئی اور جھالرہ کے نام سے موسوم ہے، اس میں درگاہ شریف کے صحن کا برساتی پانی جمع رہتا ہے اور کبھی خشک نہیں ہوتا اس کی عمارت پختہ اور مضبوط اور ہشت پہل ہے جس کا ہر گوشہ 34 فیٹ ہے مشرقی جانب پانی تک پہنچنے کے واسطے سیڑھیاں بنی ہیں۔ پہلے درگاہ کی ملحقہ دیوار سے تیراک اس میں کود کر اپنا کمال دکھایا کرتے تھے مگر اب اس کی ممانعت ہوگئی ہے۔

جھالرہ





جھالرہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



مسجد قدیم یا مسجد سنگ تراش

درگاہ شریف کے مغربی جانب تھوڑے ہی فاصلہ پر یہ مسجد واقع ہے جو فتحپور کی سب عمارتوں سے پرانی ہے اس کی تعمیر کے متعلق یہ روایت مشہور چلی آتی ہے کہ جس زمانہ میں حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس غار کے اندر جو اس مسجد کے حجرہ کے اندر اب تک موجود ہے عبادت فرمایا کرتے تھے، سنگ تراشوں نے جو پہاڑ پر چکیاں بنانے آیا کرتے تھے آپ کی کچھ کرامت دیکھ کر آپ کے واسطے تعمیر کرادی تھی۔

یہ مسجد ۵۱ فیٹ لمبی اور 12 فیٹ چوڑی ہے، ستون اس ترتیب سے نصب ہیں کہ مسجد دوبرابر کے حصوں میں منقسم ہوگئی ہے اندرونی درجہ میں شمالی جانب 10 فیٹ لمبا حجرہ بنا ہے جس کے اندر وہ متبرک غار ہے جس کے اندر بیٹھ کر حضرت شیخ سلیم چشتی ابتدائی زمانہ میں عبادت اور ریاضت فرمایا کرتے تھے، مسجد کی بیرونی پیشانی پر آیات قرانی، کلمۂ طیبہ، اور ایک حدیث شریف لکھی ہوئی ہے، آگے 35 فیٹ چوڑا صحن ہے۔

مکان حضرت شیخ سلیم چشتی

یہ متبرک مکان اب منشی شیخ عزیز الدین صاحب پیر زادہ رئیس و آنریری مجسٹریٹ فتح پور سیکری کا مملوکہ اور رہائش گاہ ہے، اس میں شمالی جانب جو دالان ہے وہ مجلسی دالان کے نام سے موسوم اور خاص کر متبرک سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہی حضرت شیخ کا قیام گاہ تھا۔ مکان کی چھت پر ایک چھوٹا سا کمرہ بنا ہے وہ منڈف کے نام سے مشہور اور حضرت شیخ سلیم چشتی کا چلہ گاہ ہے 20 رمضان المبارک کو اسی کمرہ میں تبرکات کی زیارت کرائی جاتی ہے۔

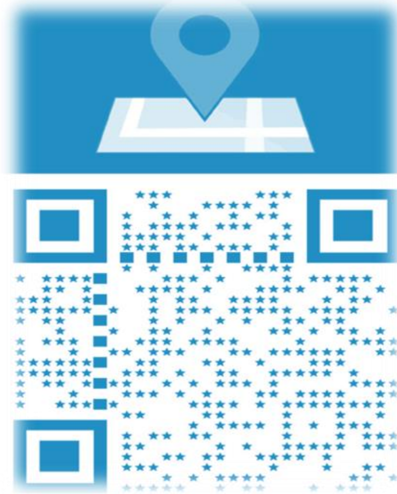
خانقاہ مبارک حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ



رنگ محل

یہ محل جو حضرت شیخ سلیم چشتی کے مکان کی قریب واقع ہے شہزاد سلیم (جہانگیر) اور شہزادمراد کی پیدائش گاہ ہے یہ بھی شیخ تجمل حسین صاحب اور شیخ عزیز الدین صاحب پیر زادگان کا مملوکہ تھا،1905ء میں سرکار عالی نے بعد ادائے معاوضہ اس یادگار کو قابل تحفظ سمجھ کر محکمہ آثارِ قدیمہ میں لے لیاہے اور اس کی مرمت بھی کرادی گئی ہے اس کی بچی ہوئی عمارت اور نقش و نگار سے ظاہر ہوتاہے کہ یہ اسم بامسمی اور رنگارنگ کے نقش و نگار اور خوشنما گل کاری سے مزین اور مرصع تھااور اس میں نہایت نفیس منقش پتھر لگایا گیا تھا۔

رنگ محل کے Location کا QR Codeاس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی ، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔



چوک نواب اسلام خان

رنگ محل سے تھوڑے فاصلے پر یہ چوک واقع ہے اس کے چاروں طرف چار پختہ اور مضبوط شاندار دروازے ہیں جن کے درمیان میں دو منزلہ پختہ اور مضبوط دالان بنے تھے اور قرب میں زنانہ اور مردانہ محلات تھے جن میں سے کچھ اب تک موجود اور مع چوک شیخ عزیز الدین صاحب پیرزادہ کی ملکیت میں ہیں جھانواں دروازہ میں حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا ایک چلہ بھی بنا ہوا ہے۔

امت محمدیہ کے سوالات
اوران کے قرآنی جوابات

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :
امت محمدیہ سے کم سوال کسی امت نے نہ کئے، کہ امت محمدیہ
نے صرف 14 سوال کئے

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری
مدنی فتحپوری



بدیع محل

بدیع محل جو جہلا کی زبان میں بدّی محل کے نام سے مشہور ہے فتح پور کی خوبصورت اور عالی شان حویلیوں میں سے ممتاز ہے۔ یہ حضرت شیخ حاجی حسین خلیفۂ اول اور مہتمم خانقاہ کا تعمیر کردہ اور خدا کے فضل سے اب تک ان کی اولاد کی قبضہ میں ہے جو خلیفہ زادہ کے خطاب سے موسوم ہیں فتح پور کے مشہور گائیڈ شیخ ریاض احمد صاحب چشتی مع اپنے بھائیوں کے اس کے مالک ہیں۔



حویلی شیخ فیروز

یہ رفیع الشان حویلی جو اپنی ساخت کی مناسبت سے جہاز محل کے نام سے موسوم تھی شیخ فیروز کی تعمیر کردہ تھی جو حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے داماد تھے اب اس کا بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے جو شیخ محمد اسحاق صاحب پیرزادہ کا مملوکہ ہے۔

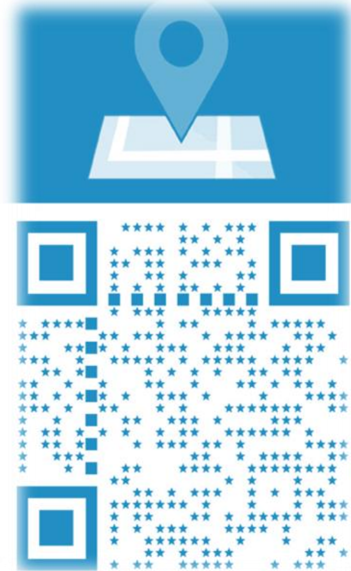


مسجد نواب ابراہیم خان

نواب صاحب کا اصلی نام شیخ ابراہیم تھا۔ شیخ موسی کے بیٹے حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے بھتیجے آگرہ کے صوبہ دار اور زمانہ اکبری کے مشہور اور منظور نظر امراء میں تھے آپ نے اپنی حویلی کے قریب جو اب تک موجود اور شیخ محمد اسحاق صاحب پیرزادہ کی ملکیت میں ہے یہ چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی تھی جو 39×22 فیٹ ہے اس میں شمالی جانب ایک نشست گاہ بنی ہوئی ہے جہاں سے پہاڑ کی گہرائی کا منظر نہایت خوشنما ہے مسجد کے قرب وجوار میں ویران عمارات کے آثار اور دوپختہ اور مضبوط دروازے موجود ہیں۔

اب یہ مسجد لال مسجد کے نام سے مشہور ہے۔

مسجد نواب اسلام خان، لال مسجد کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔



مکان شیخ فیضی وابوالفضل

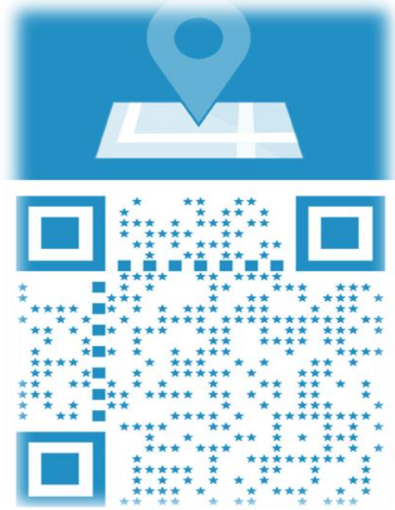
درگاہ شریف کی شمالی دیوار کے نیچے جو مکانات ہیں اور جن میں مدرسہ جاری ہے وہ ملک الشعرا فیضی اور علاّمی ابوالفضل کے نام سے موسوم ہے ان کی عمارت لال پتھر کی ہے قرب وجوار میں کئی حمام اور منہدمہ عمارات کے آثار موجود ہیں جن میں سے صرف ایک نشست گاہ کسی قدر اچھی حالت میں ہے۔



سموسہ محل

ان مکانات کے قریب شمالی جانب یہ محل واقع ہے جس کی وجہ تسمیہ میں بہت اختلاف ہے یہ سموسہ نما عمارت ہے جس کے تین کونوں میں وسیع دالان اور گوشۂ جنوب و مغرب میں دروازہ ہے، گزشتہ نقش و نگار کا کچھ حصہ اب تک موجود ہے، دروازے سے ملا ہوا ایک وسیع حمام بنا ہوا ہے۔

سموسہ محل کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔



نو محلہ

یہ ایک رفیع الشان نو منزلہ عمارت تھی جسے نواب اکرام خان(شیخ فضل اللہ جو کہ نواب اسلام خان کے بیٹے تھے) نے تعمیر کرایا تھا، اس کی بالائی منزلیں بالکل گر گئیں صرف تین منزلوں کے نشان بشکل کھنڈر باقی رہ گئے ہیں، 1060ھ میں یہ عمارت تعمیر کی گئی تھی **"زیبا منزل اکرام خان"** کے عدد اختتام تعمیر کی تاریخ ہے۔







اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بابِ سوم: محلاتِ شاہی

☆... محلِ خاص ☆... مکان ترکی سلطانہ ☆... مدرسہ نسواں
☆... شاہی حمام ☆... فرشِ پچیسی ☆... نشست گاہ رمال
☆... آنکھ مچولی ☆... دیوانِ خاص ☆... دیوانِ عام
☆... پنچ محلا ☆... محل مریم الزمانی ☆... مریم کا چمن
☆... شفاء خانہ ☆... نگینہ مسجد ☆... محل جودھ بائی
☆... بیربل کا محل ☆... گھوڑوں کا اصطبل ☆... شتر خانہ
☆... دفتر خانہ ☆... سکھ تال ☆... حکیم کا مکان
☆... جوہری بازار ☆... خزانہ ☆... ٹکسال
☆... نوبت خانہ ☆... بارہ دری ☆... فیل خانہ
☆... لنگر خانہ ☆... سنگین برج ☆... ہتیا پول


Fatehpur Sikri
BrainWing



باب سوم

محلات شاہی

محل خاص

دولت خانۂ خاص جو عام طور سے محل خاص کے نام سے مشہور ہے ایک مستطیل یعنی لمبا احاطہ سے (جس کی لمبائی ۲۱۱ فیٹ اور چوڑائی 153 فیٹ 4 انچ ہے) محصور تھا یعنی گھرا ہوا تھا جو اب اکثر جگہ سے کھل گیا ہے۔ یہ چاروں طرف وسیع اور خوشنما عمارات سے معمور ہے جو اکبری زمانہ میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا، ابوالفضل نے "آئین اکبری" میں لکھا ہے کہ دنیا کی کوئی عمارت اس قصرِ شاہی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔976ہجری بمطابق1568ءمیں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور979 ہجری بمطابق 1571 ءمیں اختتام کو پہنچی۔ قاسم ارسلاں نے اس کی تاریخ یہ لکھی تھی۔

تمام شد دو عمارت بسان خلد بریں
بدورِ دولتِ صاحب قران ہفت اقلیم
یکے بہ بلدۂ دار الخلافۂ آگرہ
و گر بہ خطّۂ سیکری مقام شیخ سلیم
سپہر از پئے تاریخ ایں دو عالی قصر
رقم زدہ دو بہشت بریں بہ کلک قدیم

محلِ خاص کے جنوبی جانب جو دالان اور کمروں کا سلسلہ ہے من جملہ ان کے گوشۂ جنوب و مشرق ایک نفیس منقش کمرہ ہے جو خوابگاہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی گزشتہ نقش و نگار کا کچھ نمونہ اب تک موجود اور قابل دید ہے۔ اسی کے قریب دوسرا کمرہ ہے جو جھروکہ درشن کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے علاوہ مغربی اور جنوبی جانب دالان دردالان اور شہ نشین وغیرہ بنی ہوئی ہیں۔

محلِ خاص کا پختہ اور مضبوط فرش شرقاً غرباً 182 فیٹ اور شمالاً جنوباً پونے 22 فیٹ فیٹ ہے اس کے درمیان ایک مربع پختہ اور مضبوط حوض ساڑھے 95 × ساڑھے 95، فیٹ بنا ہوا ہے جس کا نام زمانہ اکبری کی تاریخوں میں انوپ تلاؤ لکھا ہوا ہے اور اب چار چمن کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں چاروں طرف سیڑھیاں پانی میں اترنے کی واسطے بنی ہوئی ہیں، درمیان میں پختہ اور مضبوط ستونوں پر 29×29 فیٹ چبوترہ اور اس کے بیچ میں (29×29) فیٹ شہ نشین بنی ہے، اس چبوترہ اور شہ نشین تک پہنچنے کے واسطے چاروں طرف 4 پل قائم ہیں۔

اب حوض میں صرف بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے لیکن اکبری زمانہ میں نہایت صاف و شفاف پانی شمالی کارخانہ آب رسانی سے مختلف نالیوں کے ذریعے سے بیربل کے مکان، مریم کے محل اور محل کے مغربی دالان میں ہوتا ہوا خم دار نالیوں کے ذریعے سے اس حوض میں آتا تھا اور جب یہ حوض لبالب بھر جاتا تو شمالی جانب کی نالی کے ذریعے سے پچیسی اور دیوانِ خاص کے فرش سے گزرتا ہوا ایک جھرنے کے ذریعے سے نیچے اتر کر میٹھے حوض میں جو دیوانِ خاص کے نیچے شمالی جانب واقع ہے پہنچ جاتا تھا۔ خیال کرو کہ پانی کا اس پیچ و خم کے ساتھ برابر جاری رہنا کیسا دلچسپ اور خوشنما منظر پیدا کرتا ہو گا۔

اب اس حوض کی تعمیر کا تاریخی حال سنیے 986 ہجری بمطابق 1578 عیسوی میں ایک حکیم فتحپور میں آیا اور اس نے دربارِ اکبری میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک ایسا مکان بنا سکتا ہوں جس کے چاروں طرف پانی ہو اس پانی میں غوطا مار کر مکان کے اندر جائیں لیکن پانی اس کے اندر بالکل نفوذ نہ کرے (یعنی نہ پہنچے) اس پر اکبر نے اس سے یہ حوض تیار کرایا اور اس کے درمیان میں ایک حجرہ پختہ اور مضبوط اور اس کی چھت پر ایک بلند منارہ بنوایا اور اس حجرے کے چاروں طرف پل بنوائے گئے لیکن حکیم نے جس کمال کا دعویٰ کیا تھا جب وہ پورا نہ ہو سکا تو خود غوطہ مار گیا (یعنی چھپ کر کہیں بھاگ گیا)۔

نوٹ: اس واقعہ کے 17 سال بعد 1002ھ بمطابق 1593ء میں حکیم علی نے اسی طرح کا ایک حوض لاہور میں بنایا جو پانی سے لبریز تھا لمبائی اور چوڑائی 20×20 گہرا، 3 گز بیچ میں پختہ اور مضبوط حجرہ، اس کی چھت پر بلند مینار، حجرے کے چاروں طرف چار پل، لطف یہ کہ حجرے کے دروازے کھلے تھے اور پانی اندر نہ جاتا تھا۔ میر حیدر معمائی نے اس کی تاریخ "حوضِ حکیم علی" کے عدد سے نکالی۔ اکبر بادشاہ بھی اس کی سیر کو گئے، سنا کہ جو اندر جاتا ہے راستہ ڈھونڈھتا ہے پر نہیں ملتا، دم گھٹ کر گھبراتا ہے اور نکل آتا ہے خود کپڑے اتار کر غوطہ مارا اور اندر جا کر سارا حال معلوم کر لیا، جہانگیر کے زمانے میں وہی حکیم نے آگرہ میں بھی اپنے باغ میں جو اب حکیم کا باغ کہلاتا ہے اسی طرح کا ایک حوض تیار کیا تھا۔ جہانگیر نے 1016ھ بمطابق 1607ء میں لکھا ہے:

"آج آگرہ میں حکیم علی کے گھر چند مصاحبوں کے ساتھ اس کے حوض کا تماشہ دیکھنے گیا جیسا والد کے وقت میں لاہور میں بنایا تھا۔ 6×6 ہے، پہلو میں نہایت روشن حجرہ ہے جس کا راستہ اسی حوض میں سے ہے مگر اس راستے سے پانی اندر نہیں آتا، دس بارہ آدمی

اس میں جلسہ جما کر بیٹھ سکتے ہیں، جہانگیر نے اس کے بدلے میں حکیم کو دو ہزاری منصب پر سرفراز کیا"۔(دربارِ اکبری ص124)(توزک جہانگیری ص73)

اسی سال جب اکبر بادشاہ فتح پور سے بھیرہ کی طرف شکار کو چلا تو حکم دیا کہ ناتمام حوض کو صاف کر کے ہر قسم کے سکوں سے لبریز کر دو کہ ہم اعلی سے ادنی تک خلقِ خدا کو اس کا فیض پہنچا دیں گے، چند روز کے بعد راستے میں راجہ ٹوڈر مل نے عرض کیا کہ ۱۷ کروڑ بھر چکے ہیں مگر بھرا نہیں، بادشاہ نے کہا: جب تک ہم پہنچے لبالب کر دو اور کچھ پرواہ نہ کرو، جب بھر گیا تو اکبر اس کے کنارے پر آیا۔ پہلے شکر الٰہی بجالایا اس کے بعد ایک اشرفی، ایک روپیہ ایک پیسہ، خود اٹھایا پھر اسی طرح امرائے دربار کو دیا پھر مٹھیاں بھر بھر کر تقسیم کیا اور دامن بھر بھر کر لوگ لے گئے۔ شیخ منجھو قوال صوفیانہ وضع رکھتا تھا اور شیخ اوہن جونپوری کے مریدوں میں سے تھا۔ انہیں دنوں میں بادشاہ نے اسے بھی حوض کے کنارے پر بلایا اور اس کا گانا سن کر بہت خوش ہوا تان سین اور اچھے اچھے گویوں کو بلا کر سنا اور کہا کہ اس کیفیت کو تم میں سے ایک بھی نہیں پہنچا۔ پھر اس سے کہا: منجھو جا! سب نقدی تو ہی اٹھا لے جا، اس سے بھلا کیا اٹھ سکتی تھی اور عرض کی: حضور! یہ حکم دیں کہ جتنے غلام اٹھا سکے اٹھا لے جائے، بادشاہ نے اس بات کو منظور فرمایا، غریب ہزار روپیہ کے قریب باندھ لے گیا اسی طرح تین سال کے عرصہ میں سب نقدی لٹا کر حوض کو خالی کر دیا۔ صاحب دربار اکبری تحریر کرتے ہیں کہ میں نے ایک پرانی تصویر دیکھی اکبر اس تالاؤ کے کنارے بیٹھا ہے، بیربل وغیرہ چند امراء حاضر ہیں کچھ مرد، کچھ عورتیں کچھ لڑکیاں پنہاریوں کی طرح اس میں سے گھڑے بھر بھر کر لیے جاتی ہیں۔

(اکبر نامہ، ج۳، ص۱۲۹۔۱۳۵)

جہانگیر نے بھی بواقعات 13 جلوس دولت خانہ خاص کے حال میں اس کا ذکر تحریر کیا ہے اور لکھا ہے کہ 34 کروڑ 48 لاکھ 46 ہزار دام جو 16 لاکھ، 79 ہزار، 400 روپیہ کے برابر ہیں اور باقی روپے کل ایک کروڑ، تین لاکھ روپے کی نقدی اس میں سمائی تھی، ضرورت اور احتیاج کے پیاسے مدتوں تک آتے اور دلوں کی پیاس بجھاتے رہے۔

محلِ خاص کی جنوبی عمارت کی چھت پر وہ چھوٹا سا خوبصورت اور طلسماتی کمرہ واقع ہے جو خوابگاہ کے نام سے موسم ہے، چونکہ یہ خاص بادشاہ کی خوابگاہ کے واسطے بنایا گیا تھا اس وجہ سے باکمال صنّاعوں اور عالی دماغ مصوروں نے اس کے خوشنما بنانے میں کوئی ایسی تدبیر نہیں اٹھا رکھی تھی جو انسان کے دستِ قدرت سے باہر نہ ہو۔ رنگ سازی کے اعلیٰ درجے کے کاریگروں نے اندر باہر نیچے اوپر تمام در و دیوار کو رنگا رنگ کی شگوفہ کاری اور طرح طرح کی گل کاری سے مزین کر کے کمرہ کو نمونۂ بہشت بریں بنا دیا تھا۔ مصوّروں نے اپنے کمالات مصوّری کا کمال دکھا کر طرح طرح کی تصویروں اور مختلف منظروں کے نقشوں سے تمام کمرے کو نگار خانۂ چین بنا کر عالم طلسمات کو مات کیا تھا۔

جواہر، رقم اور مرصع قلم کتبہ نویسوں نے مختلف گل کاریوں کے بیچ میں اس نزاکت اور صفائی سے کتبوں کو لکھا تھا کہ جن کے نظارے سے آنکھوں میں نور پیدا ہوتا تھا۔ غرضکہ اس مقام پر ہر قسم کے صناعان باکمال نے اپنی اپنی صناعیوں کو درجۂ کمال پر پہنچا دیا تھا، مگر افسوس اور سخت افسوس ہے کہ یہ بے نظیر کمرہ اس زیب و زینت اور آرائش و زیبائش کے بجائے اب مرقعۂ عبرت اور مقامِ حسرت بن رہا ہے۔ اس کے تمام طلائی نقش و نگار اور گل کاریاں نامعلوم کن ظالم

ہاتھوں سے محو ہو گئے یعنی مٹ گئے۔ یہاں تک کہ کوئی زر پرست دروازوں کے کواڑ تک اتار کر لے گیا۔ افسوس!

تغیر آ گیا نقش و نگار حسن میں یکسر
نہ وہ رنگ حنا باقی نہ چشم سرمہ سا باقی
مٹی ساری ادائیں اڑ گئے جوبن کے سب نقشے
نہ اندازِ وفا باقی نہ ناز دل ربا باقی

اگر گورمنت آثار قدیمہ کی طرف متوجہ نہ ہوتی تو چند ہی روز میں اس کے وہ پس ماندہ نقش و نگار بھی جو کسی طرح زمانہ کی نظر بد سے اب تک محفوظ رہے ہمیشہ کے لیے معدوم ہو جاتے۔ کسی زمانہ میں گورمنٹ نے اس میں منصفی کا دفتر قائم کر رکھا تھا اب اُس کا یہ بدل کیا ہے کہ کثیر دولت صرف کرکے نہ صرف کل عمارت کی مرمت کرا دی بلکہ اکثر مقامات کی رنگ آمیزی از سرِ نو کرکے گزشتہ نقش و نگار کو اصلی حالت میں دکھایا ہے جس سے سیر کرنے والوں کی نظروں میں کمرہ کی گزشتہ خوبصورتی کا منظر پھر جاتا ہے۔ یہ کمرہ اندر سے ۱۴ فیٹ ۵ انچہ بائی ۱۴ فیٹ ہے۔ اس کی چھت اوپر سے ہموار اور اندر سے ایک خاص قسم کے پختہ اور مضبوط لداؤ سے جو لیلیٰ مجنوں کا پڑاؤ کہلاتا ہے پٹی ہے۔ چاروں طرف چار دروازے ہیں۔ جن کے پڑاؤ کے اوپر جالی دار کھڑکیاں لگی ہیں۔ آگے چاروں طرف 9 فیٹ 9 انچ چوڑا، پانچ پانچ در کا بر آمدہ ہے جس کی چھت پتھر کی پٹیوں سے کھپریل نما پٹی ہے۔ جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا کمرہ اور بر آمدے کی کوئی جگہ نقش و نگار سے خالی نہ تھی حتیٰ کہ دروازوں کے چوبے تک مختلف خوبصورت نقش و نگار سے مرصّع تھے۔ جس کا نمونہ مسٹر اسمتھ صاحب نے اپنی کتاب **" آرکیولاجیکل سروے**

آف انڈیا دی مغل آر ٹلیچر آف فتحپور سیکری" میں دیا ہے۔ کمرے کے اندر دروازوں کے درمیان میں سطح سے 3فیٹ 5 انچ کی بلندی پر دو دو طاق ساڑھے 6 بائی ساڑھے 6فیٹ بنے ہیں۔ ان کے نیچے مختلف رنگوں کی تختیوں پر فن مصوری کے کمالات دکھائے گئے تھے، من جملہ 8 تختیوں میں سے صرف دو کی تصویروں کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے جنہیں مسٹر اسمتھ نے اپنی کتاب مندرجہ صدر میں دکھا کر بقائے دوام کے مرتبہ پر پہنچایا ہے۔ من جملہ ان کے شمالی دروازہ کے مغربی طاق کے نیچے دریا اور کشتی کا منظر بنایا ہے۔ کشتی میں کئی آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ملاح کشتی کو چلا رہے ہیں۔ ایک ملاح مستول پر چڑھا ہوا ہے۔ دریا کے کنارے عالیشان اور خوبصورت مکان بنے ہیں۔ کسی کسی تختی کا کچھ خفیف حصہ باقی رہ گیا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا چیز بنائی تھی۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ انسانوں کی تصویروں کے علاوہ ہاتھی ہرن، مور، بطخ وغیرہ جانوروں اور مختلف عمارتوں اور فرشتوں کی خیالی تصویریں بنائی گئی تھیں۔ اب یہ بچی ہوئی تصویریں سرسری نظر سے دیکھنے میں نظر نہیں آتیں۔ بلکہ نہایت غور یا دوربین سے دیکھنے میں معلوم ہوتی ہیں۔ ان تصویروں اور طاقوں کے درمیان میں 9، انچ چوڑی سرخ رنگ کی پٹری دی گئی ہے۔ اس پر سیاہی سے نہایت خوش خط کتبے لکھے ہوئے تھے جو اب صاف پڑھنے میں نہیں آتے۔ کہیں کہیں کے حروف اور لفظ باقی رہ گئے ہیں۔ نہایت محنت اور کئی احباب کی مدد سے جو کچھ پڑھا گیا وہ ہدیہ ناظرین ہے۔

مشرقی دروازے کے شمالی طاق کے نیچے یہ شعر لکھا ہے:

رشکِ فردوسِ بریں است و نگارستانِ چیں
منزل اعلی ست دائم در نظر منظور باد

شمالی دروازے کے مغربی طاق کے نیچے یہ شعر لکھا ہے:

یا رب این دولت سرا از چشم بدمست

مشرقی دروازے کے جنوبی جانب یہ شعر لکھا ہے:

-- بسیار است الحق این عمارت را شرف
خط برخورداریٔ صاحب ازوموفور باد
چوں فروغ آرد نظر کردن دریں زیبا مقام
صاحبِ ایں قصر عالی دمبدم مسرور باد

کمرہ کے اندرونی جانب دروازوں کے اوپر رنگا رنگ کی گل کاری اور نقش و نگار کے درمیان میں آب زر سے فیضی کے یہ اشعار لکھے ہیں جن پر حال میں جلا کی گئی ہے۔

مغربی دروازے پر:

قصرشاہت بہر باب بہ از خلد بریں
سخنے نیست در یں باب کہ خلد یست بریں

جنوبی دروازے پر:

غرفۂ شاہ نشین خوش و مطبوع و بلند
کردہ در قطعۂ او جنتِ اعلیٰ تضمین

مشرقی دروازے پر:

فرش ایوان ترا آئینہ ساز ورضواں
خاکِ درگاہِ تراسر مہ کنند حورالعین

شمالی دروازے پر:

چوں ملک ہر کہ کند سجدۂ خاکِ درِ تو
شود از خاصیت ِ خاکِ درت زہرہ جبیں

بر آمدہ میں بھی چاروں طرف اسی قسم کی گل کاری کے درمیان میں کتبے لکھے ہوئے تھے جو اب بالکل مٹ گئے ہیں۔ کہیں کہیں کا کوئی لفظ یا حرف باقی رہ گیا ہے صرف یہ ایک مصرعہ پڑھا گیا:

نگارندۂ ملک ہندوستاں

ایک عمر رسیدہ بزرگ کے بیان سے واضح ہوا کہ خواب گاہ کے بر آمدے میں بھی کچھ اشعار تحریر تھے جو کہ یہ ہیں:

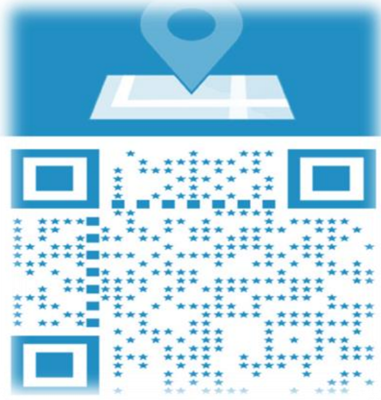
زہے باغ دو عالم خرّم از تو
اساس زندگانی محکم از تو
سلیماں رانگیں بود و ترا دیں
سکندر آئینہ دارد تو آئیں
سکندر آئینہ کے خسرو از جام
تو داری عدل و عہد نیک فرجام

برآمدے کے شمال و مشرق میں چونے اور گچ کا پکا فرش ہے۔ مغرب میں پختہ اور مضبوط فرش اور جنوب میں کٹہرہ لگا ہوا ہے۔ مشرقی صحن میں جنوبی دیوار سے ملا ہوا ایک پختہ اور مضبوط چبوترہ ساڑھے 15 فیٹ ×14 فیٹ بنا ہے، جس کے بیچ میں جھروکہ درشن کی بالائی کھڑکی 4 فیٹ اونچی اور پونے تین فیٹ چوڑی کھلی ہے۔ غالباً بلحاظ موسم کبھی اکبر بادشاہ اس مقام میں اور کبھی اس کے نیچے کی کھڑکی میں بیٹھتا ہو گا۔

خواب گاہ کے صحن سے مغربی دالان کی چھت پر ہوتا ہوا ایک پردہ دار راستہ بنا ہے جس کا سلسلہ مریم کے مکان اور پنچ محلا ہوتا ہوا جودھابائی کے مکان تک چلا گیا تھا۔ اس راستہ کے ذریعہ سے بیگمات اور شہزادیاں اپنے اپنے مکانات سے خواب گاہ اور خواب گاہ سے پنچ محلا، مریم کے مکان اور باغ، نگینہ مسجد اور جودھا بائی کے محل سے لے کر حرم مینار (ہرن مینار) اتک نہایت آزادی سے آمد و رفت کر سکتی تھیں۔

درمیان میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر آرام لینے کے واسطے نشست گاہیں اور سیر کرنے کے واسطے باریک جالی دار کھڑکیاں بطور چلمنوں کے بنی ہوئی تھیں۔ اب اس راستہ کا سلسلہ اکثر جگہ سے شکست ہو گیا ہے مگر اس کا بڑا حصہ اب تک موجود ہے۔ اسی طرح کا دوسرا راستہ خواب گاہ سے شمال و مشرقی جانب تُرکی سلطانہ کے مکان اور وہاں سے دیوانِ عام تک چلا گیا تھا۔ راستہ میں دیواروں پر طرح طرح کے نقش و نگار اور بیل بوٹے بنے تھے جو کہیں کہیں کے اب تک باقی ہیں۔

محل خاص کے Location کا QR Codeاس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔







مکان ترکی سلطانہ

محلِ خاص کے شمالی و مشرقی گوشے میں وہ بے نظیر مکان واقع ہے جو تُرکی سلطانہ کے مکان کے نام سے مشہور ہے، اسے انجان لوگ تنبولن کا محل اور اکثر لوگ بیگم استنبول کا محل بھی کہتے ہیں۔ چونکہ اکبر کی بیویوں میں استنبول کی کسی بیگم کا ہونا تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا لہٰذا کیا عجب ہے کہ اکبر کی بیوی سلیمہ سلطانہ بیگم کے رہنے کا مکان ہو۔ یہ گل رخ بیگم کی صاحبزادی تھی جو کہ ہمایوں کی حقیقی بہن تھی۔ باپ مرزا نورالدین محمد تھا۔ سلیمہ سلطانہ رشتہ سے ہمایوں کی بھانجی ہوئی، یہ پاک دامن خاتون اگرچہ محلوں میں بیٹھنے والی تھی مگر نام اُن کا امراے نیک مرد کے ذیل میں لکھا نظر آتا ہے۔ وہ نہایت نیک طبیعت، خوش بیان، شیریں کلام، حاضر جواب، باسلیقہ، صاحبِ تدبیر تھی۔ جب خاندانِ سلطنت میں کوئی معاملہ اُلجھتا تھا تو اُس کی دانائی اور عقل کی رسائی اور حسنِ تقریر کی وکالت سے سلجھتا تھا۔ صاحب علم، سخن فہم، سخن شناس اور کتاب کے مطالعہ کا شوق رکھتی تھی۔ اور اہل سخن کی قدر دانی میں شہرۂ آفاق تھی۔ اول خانخاناں بیرم خان کے نکاح میں تھی۔ اس کے بعد اکبر بادشاہ کی بیویوں میں داخل ہوئی، 982ھ بمطابق 1574ء میں اکبر بادشاہ کی پھوپھی گلبدن بیگم کے ساتھ گجرات کے راستہ حج کو گئی، چار حج لگاتار کئے۔ واپسی میں جہاز طوفان کی وجہ سے تباہی میں آگیا اس وجہ سے ایک سال عدن میں ٹھہرنا پڑا۔ 990ھ بمطابق 1582ء میں واپس آئی۔ جہانگیر کے زمانہ میں 60 سال کی عمر میں 1021ھ بمطابق 1612ء وفات پائی اور اپنے باغ کی عمارت میں دفن کی گئی، اس کا باغ موضع میڈھاکر تحصیل آگرہ میں فتحپور سیکری کی سڑک پر واقع ہے۔

تُرکی سلطانہ کا موجودہ مکان ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جو اندر سے ساڑھے 13فیٹ ×13 فیٹ اور باہر سے سوا 16 × سوا 16 فیٹ ہے۔ اس کے چاروں طرف لال پتھر کا برآمدہ ہے جو شمالاً جنوباً 33فیٹ 18 انچ اور شرقاً غرباً 32 فیٹ ہے اور 8فیٹ 9 انچ چوڑا ہے۔ کمرہ اور مغربی جانب کے برآمدے کی چھت منقش پٹیوں سے پٹی ہے جس کے آگے نہایت نفیس منقش چھجہ لگا ہے۔ باقی تینوں طرف کے برآمدے کی چھت پختہ اور مضبوط کھپریل نما ہے۔ اس کے قرب وجوار کی حالت دیکھنے سے خیال ہوتا ہے کہ اس عمارت کے علاوہ اور بھی کچھ عمارت اس مکان کے متعلق ضرور ہوگی جو کسی زمانہ میں گر گئی۔

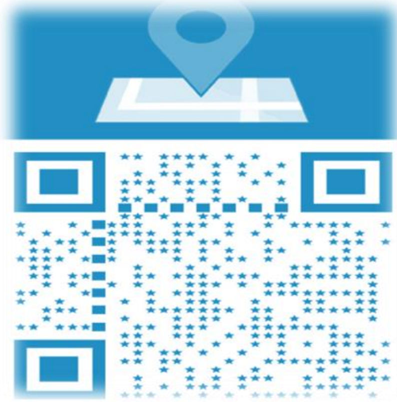
موجودہ عمارت صنعت و خوش نمائی کے لحاظ سے دنیا کی نفیس ترین عمارتوں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ تمام عمارت نیچے سے اوپر تک منقش اور باکمال سنگ تراشوں کی مختلف دست کاریوں سے مرصّع ہے اگر اس کو نگار خانۂ چین (سکون کا گھر) لکھیں تو روا ہے یعنی درست ہے یا پرانے زمانے کے سنگ تراشوں کی دست گاریوں کا بے نظیر عجائب خانہ کہیں تو بجا ہے۔ اس کی باریک بیلیں نہایت نفیس درخت، گلدستے، پھول، پتے دیکھ کر عقل بے بس ہو جاتی ہے۔ پتھر میں درخت کو تراشنا پھر اُس میں غنچہ اور شگوفہ کی میناکاری دکھانا، کلیوں کا چٹخنا، پھولوں کا کھلنا، پتوں کا ہوا سے مڑنا۔ خوشوں کا درختوں میں لٹکنا، مختلف جانوروں کا جنگل میں پھرنا، چڑیوں کا درختوں پر چہچہانا، ایسا عجیب کمال ہے جو ہر شخص کو حیرت میں ڈالتا ہے۔ نہ معلوم یہ سنگ تراشوں کی کارستانی ہے یا کسی باکمال موجد نے پتھر کو موم کر کے مختلف سانچوں میں ڈھال لیا ہے۔ غرض کہ تمام عمارت میں کوئی جگہ سادہ نہیں ہے۔

کمرے کے اندر دروازوں کی بغلوں میں فرش سے 4 فیٹ کی بلندی پر ساڑھے 6 فیٹ اونچے اور پونے 4 فیٹ چوڑے ایک خاص قسم کے کشتی نما مختلف پہل کے بہت سے طاق پتھر میں ترشے ہوئے ہیں۔ چاروں دروازوں کے اوپر ایک ایک جالی دار کھڑکی لگی ہوئی ہے۔ طاقوں کے نیچے اکثر مقامات کے منظر دکھائے گئے ہیں۔ چنانچہ مشرقی دروازے کی شمالی بغل میں ہمالیہ کے کسی پُر فضا جنگل کا منظر دکھایا ہے۔ درختوں کی ٹہنیوں پر طوطے، مینا وغیرہ کئی قسم کی چڑیاں بیٹھی ہوئی نغمہ سرائی کر رہی ہیں۔ درخت کے نیچے دو شیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے برابر دروازے کی دوسری بغل میں کسی دوسرے مقام کا سین ہے۔ برگد کا عظیم الشان درخت ہے۔ جس پر لنگور اور بندر کو د رہے ہیں۔ چڑیاں ٹہنیوں پر جمی ہوئی ہیں۔ درخت کے نیچے تالاب ہے، جس میں کنول کے خوش نما پھول کھل رہے ہیں۔ ایک جانور تالاب میں پانی پی رہا ہے۔ کچھ جانور بچوں کو دودھ پلا رہے ہیں۔ لنگور اور بندر ان چوپایوں کو درخت کے اوپر سے دیکھ رہے ہیں، ایک طرف ہرا بھرا باغ لگا ہے جس میں انگور اور کھجور کے درخت بھی موجود ہیں۔ انگور کے درخت میں خوشے لٹک رہے ہیں۔ ایک طرف جھاڑیاں قائم ہیں۔

بقیہ تین دروازوں کے ارد گرد بھی چھالیا، سرو، تاڑ اور دیگر پہاڑی درخت اور گلدستے نہایت خوبصورتی سے ترشے ہوئے ہیں۔ اکثر درختوں میں خوشے اور تاڑ کے درختوں میں تاڑی کے لوٹے لٹک رہے ہیں۔ جانوروں کی تصویریں جہاں جہاں ہیں اُن کی صورتیں مسخ کر دی گئی ہیں یعنی مٹا دی گئی ہیں۔

شاہی حمام اور اس مکان کے درمیان میں ایک مختصر پائیں باغ تھا، اِسی پائیں باغ میں دیوانِ عام کی دیوار سے ملا ہوا وہ زینہ ہے جس پر ہو کر دیوانِ عام کی چھت کے زنانہ راستے پر پہنچ جاتے ہیں۔

مکان ترکی سلطانہ کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے ، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

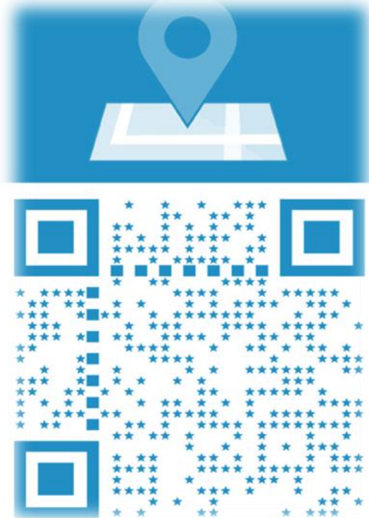




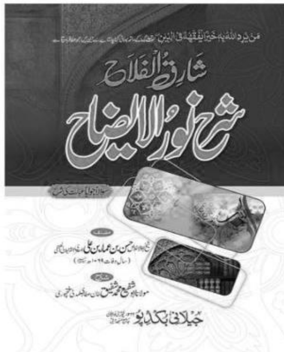
مدرسہ نسواں (عورتوں کا مدرسہ)

محلِ خاص کے شمال و مغربی گوشے میں لڑکیوں کا مدرسہ ہے۔ موجودہ حالت میں یہ ایک سادہ پختہ اور مضبوط عمارت ہے۔ مگر بعض جگہ کے باقی بچے ہوئے نقش و نگار سے جواب بہت ہی تھوڑی باقی رہ گئے ہیں۔ اس وقت تک اتنا پتہ چلتا ہے کہ اس کے درودیوار پر بھی خوش نما گل کاری موجود تھی۔ نیچے بہت سے ستون گاڑ کے ان کی چھت پر یہ مدرسہ بنایا گیا ہے۔ اس میں دو کمرے ہیں۔ ایک مغرب کی جانب پچ محلا کی طرف، سوا21فیٹ×15فیٹ۔ دوسرا اس سے ملا ہوا مشرق کی جانب 17×11فیٹ ہے شمالی جانب34فیٹ10 انچ×9فیٹ5 انچ برآمدہ ہے۔ برآمدے کے آگے شمال میں 43فیٹ9 انچ×42فیٹ2 انچ اور مشرق میں50 فیٹ ×26فیٹ6 انچ صحن ہے۔ کمروں میں خوبصورت الماریاں اور طاق کتابیں اور قلمدان رکھنے کے لیے بنے ہیں۔

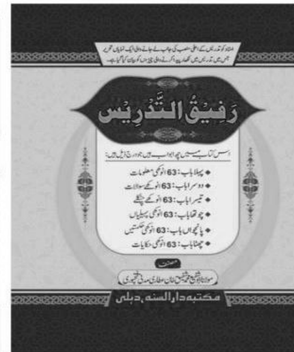
عورتوں کا مدرسہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

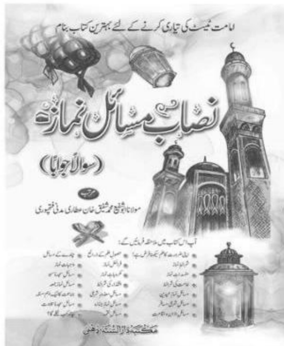


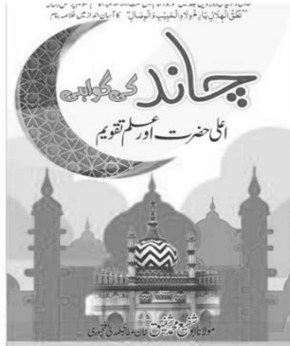



شارق الفلاح
شرح نور الایضاح
جیلانی بکڈپو


قصور کس کا
مرد کا یا عورت کا
اسلام اور سائنس کی روشنی میں
مکتبہ دار السنہ دہلی


رفیق التدریس
مکتبہ دار السنہ، دہلی

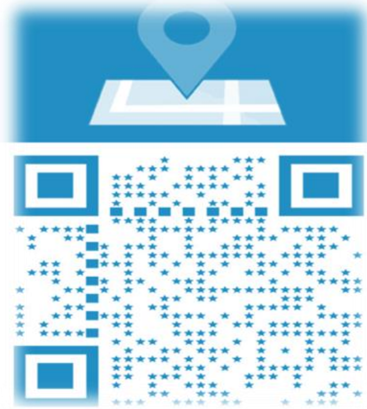

امامت ٹیسٹ کی تیاری کرنے کے لئے بہترین کتاب بنام
نصاب مسائل نماز
(سوالاً جواباً)


چاند کی گواہی
اعلیٰ حضرت اور علم تقویم


اعلیٰ حضرت کا
چرچا رہے گا
مکتبہ دار السنہ دہلی

شاہی حمام

محلِ خاص کے مشرقی حصہ میں یہ 6 درجے کا لمبا چوڑا حمام واقع ہے۔ جس میں جنوبی کارخانۂ آب رسانی سے پانی آتا تھا۔ بعض درجوں میں گذشتہ نقاشی اور گل کاری کا کسی قدر کام ایسی نزاکت اور چمک دمک کے ساتھ باقی ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی معمارانِ چابک دست نے اس کی تعمیر ختم کی ہے۔



شاہی حمام کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔



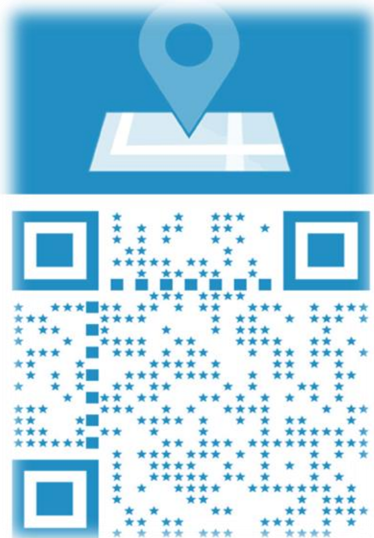




فرش پچّیسی

محلِ خاص اور دیوانِ خاص کے درمیان میں ایک پختہ اور مضبوط فرش 217×154 فیٹ ہے جو پچّیسی کا فرش کہلاتا ہے۔ یہ دیوانِ خاص کے فرش سے اونچا اور محلِ خاص کے فرش سے نیچا ہے۔ اس کے مشرقی اور مغربی کناروں پر دلان در دالان بنے تھے، جن کا بہت تھوڑا حصہ اب باقی رہ گیا ہے، فرش کے درمیان میں ایک بڑی پچیسی بنی ہوئی ہے جس کے درمیان میں لال پتھر کا ایک معمولی تخت 4 فیٹ 10 انچ × 4 فیٹ 3 انچ نصب ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ اس تخت پر بیٹھ کر پچیسی کھیلا کرتا تھا اور پچیسی کے خانوں میں بجائے مہروں کے غلام یا لونڈیاں بٹھائی جاتی تھیں جو صرف اشارہ سے ایک خانہ سے دوسرے خانہ میں منتقل ہو جاتی تھیں۔

فرش پچیسی کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔



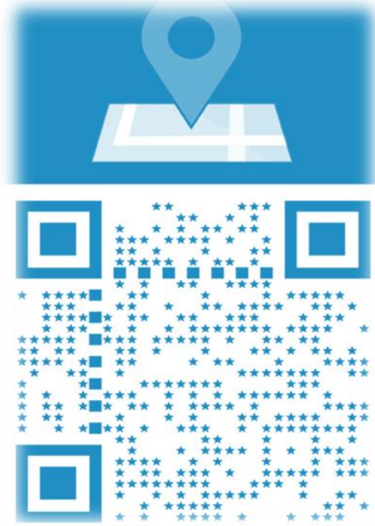


نشست گاہ رَمَّال

فرشِ پچیسی کے گوشۂ شمال و مغرب میں آنکھ مچولی سے ملی ہوئی ایک چھوٹی سی گنبد نما چھتری بنی ہوئی ہے، جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں اکبر بادشاہ کا رمّال (فال کھولنے والا) یا نجومی بیٹھا کرتا تھا، بعض لوگ اسے گرو کی منڈھی بھی کہتے تھے، اس میں شک نہیں کہ اُس زمانہ میں کوئی کام بغیر ساعت نکلوائے شروع نہیں کیا جاتا تھا اور بادشاہ سے لے کر ادنی امراء تک کے پاس نجومی ملازم رہتے تھے، خاندان مغلیہ میں یہ طریقہ اورنگ زیب کے زمانہ تک جاری رہا۔ اورنگ زیب نے اپنے بادشاہت کے اٹھارہویں سال 1085ھ ،بمطابق1674ء میں تمام منجموں کو جو بادشاہ اور شاہزادوں اور صوبہ داروں کے پاس ملازم تھے موقوف کر کے اس طریقہ کو بند کر دیا اور مہورت نکلوا کر سفر کرنے کی جگہ یہ دستور مقرر کیا کہ پیر اور جمعرات کو کوچ ہوا کرے پس کیا تعجب ہے کہ دربار خاص کے وقت شاہی منجم یہاں بیٹھ کر اپنی پوتھی بانچتا اور مہورت نکالا کرتا ہو۔

اس چھتری کی وضع کافی خوبصورت ہے یہ ایک مربع چبوترے پر جس کا ہر گوشہ 9 فیٹ اور بلندی 9 انچ ہے، چار ستونوں پر قائم ہے، ستونوں کے درمیان میں ایک عجیب و غریب صنعت کی لہریہ دار محراب بنی ہے۔ پتھر میں "مگرمچھ" کے منہ تراش کر کے ستونوں میں نصب کئے ہیں۔ پھر اُن کے درمیان میں محراب قائم کی ہے۔

اس کی چھت گنبد نما ہے جس میں لال زمین پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ پہلے چاروں طرف کٹہرہ لگا تھا جس کے نشان موجود ہیں۔



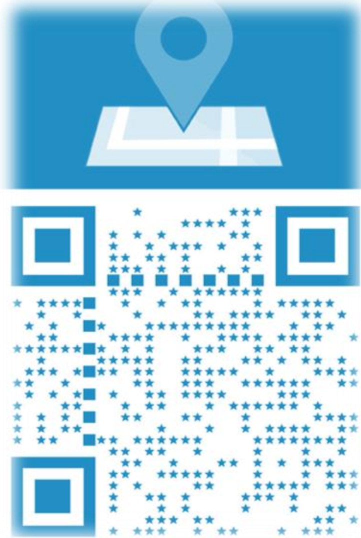
نجومی کے بیٹھنے کی جگہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔



آنکھ مچولی

یہ لال پتھر کی نہایت مضبوط عمارت ہے جو نشست گاہ رتال اور دیوان خاص سے ملی ہوئی ہے۔اس کے بارے میں مختلف روایتیں مشہور ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ یہ مشہور ہے کہ اکبر بادشاہ یہاں اپنی بیویوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلا کرتا تھا۔ مگر یہ محض من گڑھت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ عقل سلیم اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرتی کہ اکبر جیسا بیدار مغز بادشاہ اپنی بیویوں سے آنکھ مچولی کھیلنے کے لیے دیوان خاص کے قریب اور بیویوں کے محلوں سے بالکل علیحدہ یہ عمارت بنواتا۔ جہاں تک قیاس کیا جاتا ہے یہ عمارت کسی خاص دفتر یا خزانہ کے استعمال کے لیے بنائی گئی ہو گی۔اس عمارت میں تین کمرے ہیں اور کمروں میں پختہ اور مضبوط الماریاں تر شی ہوئی تھیں اور اطراف میں گیلری نما راستہ بنا ہوا ہے۔

آنکھ مچولی کے Location کا QR Codeاس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی ، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔





دیوان خاص

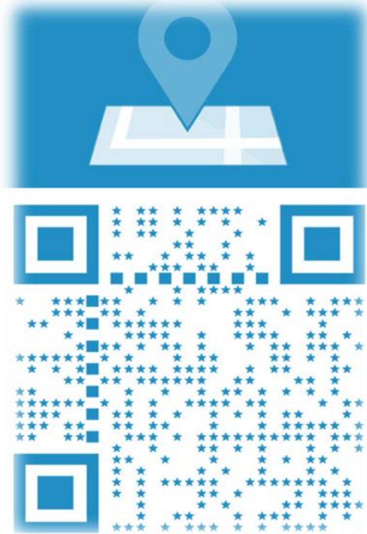
دیوان خاص جو یک کھمبے کے نام سے بھی مشہور ہے محلِ خاص اور فرشِ پچیسی کے شمالی جانب واقع ہے۔ فتحپور کی دیگر عمارات کی طرح یہ بھی لال پتھر کی خوش نما عمارت ہے۔ یہ اگرچہ ایک منزلہ عمارت ہے مگر باہر سے دو منزلہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کی شکل مربع ہے جو باہر سے 43فیٹ 5انچ × 43فیٹ 5انچ اور اندر سے 28فیٹ 10 انچ ×28فیٹ 10 انچ ہے۔ اندر چوپڑ کا فرش ہے جو لال و سفید پتھر کے ٹکڑوں سے بنایا گیا ہے۔

کمرہ کے بیچ میں وہ لمبا منقش ستون نصب ہے جسے اس عمارت کی جان کہنا زیادہ موزوں ہے۔ اس کے نیچے کا پایہ مربع شکل کا ہے۔ یہ 2 فیٹ 5 انچ ×2فیٹ 5 انچ اور اونچائی 9 انچ ہے۔ اس کے اوپر ستون کا حصہ چوکور ہے جو 3 فیٹ بلند ہے۔ اس میں خوبصورت نقش و نگار بنے ہیں۔ اوپر چاروں گوشوں پر چار لٹّو نکلے ہیں۔ اس سے اوپر کا حصہ ہشت پہل ہے۔ اس کا ہر کونہ 9 انچ اور 3فیٹ بلند ہے۔ ہر گوشے میں ایک نفیس اُبھرا ہوا پھول مزین ہے۔ اس سے اوپر ستون گول کر دیا گیا ہے جس کا گولا 5 فیٹ 4 انچ ہے۔ یہ 2فیٹ بلند ہے۔ اس میں خوش نما لہریہ دار بیل بنا کر 16 پہل قائم کئے ہیں جس کے اوپر 1 فیٹ اونچا گول پایہ ہے۔ غرضکہ یہ ستون پانچ مختلف وضع حصوں سے مرکب اور 9فیٹ 9 انچ بلند ہے۔ اس کے اوپر 16 خوش نما لٹو دار توڑے لگا کر چھت پاٹی ہے۔ پھر اس پٹاؤ کے کناروں پر 32 توڑے قائم کر کے ایک اور چوڑا پٹاؤ دیا ہے۔ اس کی چھت کے اطراف میں دوسری قسم کے توڑے نصب کر کے اُن کے اوپر گول دائرہ نما چھت پاٹی ہے۔ جس کا قطر 10 فیٹ ہے یہ ہی وہ نشیمن ہے۔ جس کے اوپر تخت پر بیٹھ کر اکبر دربارِ خاص کیا کرتا تھا۔

درمیانی ستون کی بلندی کے برابر کمرے کے چاروں گوشوں میں اُسی طرح کے لٹّو نما توڑے قائم کر کے اُن کے اوپر چھت پاٹی ہے۔ ان چھتوں کے درمیان میں بڑی بڑی پتھر کی پٹیاں رکھ کر پل بنا دیے ہیں۔ اسی کے برابر دیوار میں چاروں طرف توڑے قائم کر کے اُن کی چھت پر ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک گیلری نما راستہ بنا دیا ہے۔ پلوں کی لمبائی 9 فیٹ اور چوڑائی ڈھائی فیٹ ہے۔ اور قریب قریب یہی چوڑائی چاروں طرف کے گیلری نما راستے کی ہے۔ شہ نشین اور راستہ اور پلوں کے ارد گرد ڈیڑھ فیٹ بلند جالی دار کٹہرہ نصب ہے۔

دیوان خاص کی چھت لداؤ کی اور پختہ اور مضبوط ہے اور گذشتہ نقاشی کے کسی قدر باقی ماندہ نقش و نگار اب تک موجود ہیں۔

دیوانِ خاص کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔







دیوانِ عام

دیوان خاص، فرش پچیسی اور محل خاص کے مشرقی جانب دیوان عام واقع ہے۔ جس کے ہر کونے میں 14×14فیٹ چوڑے پختہ اور مضبوط دالان بنے ہیں، درمیان میں 180×370 فیٹ صحن ہے۔ پہلے کل صحن میں پختہ اور مضبوط فرش تھا جو اب صرف شہ نشین کے سامنے باقی رہ گیا ہے۔ مغربی دالانوں کی چھت پر پردہ دار راستہ ہے جس کا زینہ محل خاص میں تُرکی سلطانہ کے پائیں باغ میں بنا ہے۔ اس زینہ میں دس سیڑھیاں ہیں جنہیں طے کر کے اس راستہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ اوپر دو کمرے اور ایک بر آمدہ بنا ہے جن کا مجموعی رقبہ 30فیٹ ×11 فیٹ ہے۔ سب سے پہلے جنوب رویہ بر آمدہ ہے۔ اُس کے بعد دو برابر کے کمرے ہیں جن میں چاروں طرف دروازے لگے ہیں۔ مشرقی دروازوں میں ایک ایک بند نشست گاہ بنی ہے۔ جن میں دیوان عام کے صحن کی طرف چھوٹی سی جالی دار کھڑکیاں لگی تھیں جن سے بادشاہ کی بیویاں دیوان عام کی سیر کیا کرتی تھیں۔ کمروں اور بر آمدوں میں چونے کی استر کاری پر نقش و نگار بنے تھے جن کا کسی قدر اچھا نمونہ بر آمدے میں اب تک موجود ہے۔



دیوانِ عام کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔





پنچ محل

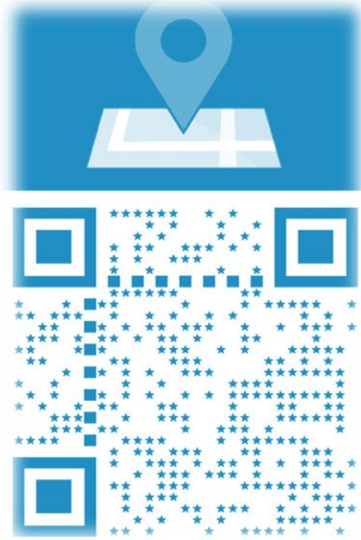
فتحپور کی دلفریب اور نادر الوجود عمارات میں سب سے زیادہ عجیب و غریب عمارت پنچ محلے یعنی پانچ منزل کی عمارت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ محلِ خاص سے ملی ہوئی گوشۂ شمال و مغرب میں واقع ہے۔ آج صحیح طور سے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ عمارت کس غرض سے بنائی گئی تھی۔ محض قیاس کر لیا گیا ہے کہ اکبر بادشاہ نے اپنی بیویوں اور شاہزادوں اور شاہزادیوں اور خاص خاص اراکینِ سلطنت کے واسطے یہ ایک تفریح گاہ بنائی تھی۔ واقعی یہ نہایت ہوادار اور دلچسپ عمارت ہے۔ اس میں چاروں طرف سے نہایت ٹھنڈی ہوائیں آیا کرتی ہیں۔ اوپر کی منزلوں سے تمام شہر اور دور و نزدیک کی عمارتیں اور پہاڑ کے نشیب کا سبزہ زار کوسوں یعنی دور دور تک بخوبی نظر آتا ہے۔

اس عمارت میں خاص صنعت یہ ہے کہ ہر ایک اوپر والا درجہ اپنے نیچے والے درجے سے جس کی چھت پر وہ قائم ہے۔ چھوٹا ہوتا گیا ہے یہاں تک کہ سب سے اوپر کا درجہ یعنی پانچویں منزل ایک چھوٹا سا قطعہ (ٹکڑا) ہے۔ جو چھوٹے چھوٹے چار ستونوں پر قائم ہے۔ بیرونی جانب دوہرے ستون ہیں کیونکہ اُن پر بہت زیادہ بوجھ رکھا گیا ہے۔ ایک منزل سے دوسری منزل پر خاص صنعت کے ساتھ ستونوں پر ستون قائم کئے گئے ہیں۔ جنوب و مغربی گوشے میں اوپر کی منزلوں میں پہنچنے کے واسطے زینہ بنا ہے۔ سب سے نیچے کا درجہ جو پختہ اور مضبوط چبوترے پر ہے 72×58 فیٹ ہے۔ اس میں 84 ستون ہیں۔ چھت چار چار ستونوں کے درمیان پتھر کی پیٹیوں سے پٹی ہے جس کے درمیان میں ایک ابھرا ہوا خوش نما پھول مزین ہے۔ چھت پر گزشتہ نقاشی کے کچھ آثار بھی نمایاں ہیں۔

زینہ کی 11 سیڑھیاں طے کر کے دوسری منزل پر پہنچتے ہیں جو سب سے زیادہ خوش نما ہے۔ یہ 53فیٹ 2 انچ ×37فیٹ 7 انچ ہے اس میں 56 لمبے ستون نصب ہیں جو سب منقش اور انواع و اقسام کی بیلوں ،خوشے دار درختوں ، مختلف گلدستوں ،پھول پتیوں سے مزین و مرصّع ہیں ۔ ہر ستون کے نقش ونگار ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک ستوں پر جو کام ہے وہ آپ کو کسی دوسرے ستون میں ہر گزا نظر نہ آئے گا۔ اس درجہ میں شمال و مغرب کی طرف صحن چھوٹا ہوا ہے اور جنوب میں جالی دار کٹہرہ لگا ہے۔

دوسری اور تیسری منزل کے درمیان میں 19 سیڑھیاں ہیں ۔ تیسری منزل کا رقبہ 35فیٹ ×پونے 19 فیٹ، اس میں 30 ستون ہیں چونکہ یہ درجہ زیادہ بلندی پر تھا اور اسی درجہ میں خواب گاہ کے زنانہ راستہ کا سلسلہ آ کر مل گیا ہے لہذا اس کے شمال و مغرب اور جنوب کی جانب پتھر کی پٹیوں سے پردہ کی دیوار بنادی تھی جو اب باقی نہیں رہی صرف اس کے نشان باقی ہیں۔

تیسری اور چوتھی منزل کی 23 درمیانی سیڑھیاں طے کر کے چوتھی منزل پر پہنچتے ہیں یہ 25فیٹ 5 ا نچ ×9 فیٹ 7 انچ ہے جس میں صرف 12 ستون ہیں۔ چوتھی منزل سے 12 سیڑھیوں کے بعد پانچویں منزل ملتی ہے۔ یہ سوا10 فیٹ × سوا10 فیٹ ہے۔ چاروں طرف جالی دار کٹہرہ لگا ہے اس میں چار ستون ہیں جن پر گنبد دار بُرجی بنی ہوئی ہے۔ کل عمارت میں 176 ستون ہیں۔



پنچ محل کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



محل مریم الزمانی بیگم یا سنہرا مکان

محل خاص کے مغربی جانب یہ بے نظیر عمارت واقع ہے جو مریم کا محل اور بوجہ سنہرے کام ہونے کے سنہرے مکان کے نام سے بھی مشہور ہے جس وقت یہ مکان تعمیر ہوا تھا اس کے تمام ستونوں اور در و دیوار پر قسم قسم کے خوش نما نقش و نگار بنا کر طرح طرح کی طلائی اور نقرئی شگوفہ کاری کی گئی تھی۔ باکمال مصوروں نے صاحب مکان کے مذاق اور دلچسپی کا اندازہ کر کے اندر، باہر، نیچے اوپر طرح طرح کی تصویریں خاص خاص تاریخی واقعات رزم و بزم کے منظر اس نفاست اور تکلفات سے کھینچے تھے کہ صنعت کی جگہ جادو گری کر کے طلسمات کا عالم بنا دیا تھا۔ خوش نویسوں نے اپنے قلم جادو ورقم سے مختلف گل کاریوں کے بیچ میں نہایت خوش خط کبتے لکھے تھے۔ اب اگرچہ گذشتہ آرائش و زیبائش اور زیب و زینت کے لحاظ سے یہ مکان جائے فرحت کی جگہ مرقع حسرت بن رہا ہے مگر اس کے وہ باقی ماندہ نقش و نگار اور تصاویر کا حصہ جو ابھی تک زمانہ کی نظر بد سے محفوظ ہے، اس مٹی حالت میں بھی سیّاحانِ عالم کو حیرت میں ڈالتا ہے۔

مریم الزمانی بیگم کے اصلی نام پر لاعلمی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ راجہ بھاڑا مل "کچھواہا والی انبیر" (جے پور) کی بیٹی اور مرزا راجہ مان سنگھ کی پھوپھی اور جہانگیر بادشاہ کی ماں تھیں۔ 969ھ بمطابق 1561ء میں بمقام سانبھر بیگمات اکبری میں داخل ہوئیں۔ 1032ھ بمطابق 1623ء میں بمقام آگرہ انتقال کیا اور سکندرہ میں مدفون ہوئیں۔

یہ محل ایک پختہ اور مضبوط چبوترہ کے بیچ میں بنا ہوا ہے جو 98×77 فیٹ ہے۔ اس میں چار کمرے اور شمالی کمرے کے آگے بر آمدہ ہے۔ چھت نہایت صنعت سے پتھر کے چھوٹے چھوٹے مربع شکل کے ٹکڑوں کو باہم وصل کر کے پاٹی گئی ہے۔

چاروں کمروں کی چھت پر ایک ہوادار چھتری بنی ہے اور صحن کے مشرقی اور جنوبی گوشے میں ایک چھوٹا سا منقش مکان اور بنا ہے جو باورچی خانہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے تمام در و دیوار پر طرح طرح کی بیلیں۔ گلدستے لہرئے۔ گھنٹے وغیرہ ترشے ہوئے ہیں۔

اب کمرہ اور بر آمدہ کے بقیہ نقش و نگار کا حال مختصر طور سے لکھا جاتا ہے۔ ان میں بعض تصویریں اور شکلیں صاف نظر آتی ہیں۔ بعض نہایت غور سے دیکھنے یا دور بین سے دیکھنے میں صاف معلوم ہوتی ہیں۔ کسی کسی کا کوئی خاص حصہ باقی رہ گیا ہے۔ افسوس کہ اب جو کچھ باقی ہے یہ بھی نیست و نابود ہوتا جاتا ہے۔

ایک مقام پر نہایت عمدہ تصویر ایک فرشتہ جو ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ اس کی ایک ٹانگ سمٹی ہوئی ہے اور دوسری بائیں ٹانگ کرسی سے نیچے لٹک رہی ہے۔ یہ ایک نیلے رنگ کا جبہ پہنے ہے سینہ اور پیٹ ڈھکا ہے۔ چہرہ مٹ گیا ہے مگر کندھوں پر جو پر لگے ہیں وہ اور گلے کا طوق صاف نظر آتا ہے۔ اسی کے قریب غالباً دوسری تصویر اسی قسم کی تھی جس کے اب صرف پَر نظر آتے ہیں۔ دائیں ہاتھ کی طرف ایک چھتری بنی ہے جس کی چھت میں ایرانی نقاشی کا عمدہ کام ہے۔

شمالی بر آمدے کے ستونوں پر بہت نفیس کام بنے تھے جن کے رنگ اگرچہ معدوم ہو چکے ہیں مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ نیلا رنگ زیادہ استعمال کیا گیا تھا۔ شمالی بر آمدے کے تیسرے

ستون پر جو مشرق سے مغرب کی طرف ہے دو ہاتھیوں "بخت بلی" اور "پر تابہ" نام کی لڑائی کا منظر کھینچا ہے۔ ایک ہاتھی کی تصویر مٹ گئی جس کا بہت خفیف حصہ باقی رہ گیا ہے۔ دوسرے کی کسی قدر اچھی حالت میں موجود ہے۔ اس کے اوپر ایک شعر لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر منظر پر جو بنایا گیا تھا اسی قسم کہ اشعار لکھے تھے جو اب مٹ گئے یہ بھی تھوڑے ہی دن کا مہمان معلوم ہوتا ہے چنانچہ جن مقام پر خط کھینچا ہوا ہے وہ مٹ چکا ہے۔

قوت "بخت بلی" ہیں کہ چہ فتنہ انگیخت
مشت زد بر سر "پرتابہ" کہ مغزش را ریخت

اس مقام پر فیل بانوں یعنی ہاتھی چلانے والوں کی تصویر کا بھی کچھ حصہ باقی ہے۔ اس ستون کی برابر کے دوسرے ستون پر بھی دو ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا بنایا گیا ہے۔ ان میں ایک ہاتھی کی پوری اور ایک کی آدھی تصویر موجود ہے۔

بر آمدہ کے شمال اور مغربی گوشے میں کسی مقام کا منظر دکھایا ہے۔ ایک ندی بہہ رہی ہے جس کے کنارے پر درخت کھڑے ہیں۔ شیر بھی موجود ہے۔ ایک بڑے درخت پر مختلف رنگ کی خوبصورت چڑیاں ٹہنیوں پر بیٹھی ہوئی ہیں جو زبان حال سے **"كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ"** کا سبق ہر آنے والوں کو سناتی ہیں۔ اس مقام کی زمین نیلی اور درخت لال رنگ کے اور چڑیوں کے پر مختلف رنگ کے ہیں۔

ایک جگہ شاہنامہ کی کسی لڑائی کا سین کھینچا ہے۔ عمدہ عمدہ ہاتھیوں پر لال رنگ کے ہودے مزین ہیں۔ ایک مقام پر پیدلوں کی لڑائی، ایک جگہ چیتے کا شکار، ایک جگہ کسی شکار گاہ کا منظر دکھایا ہے۔ ایک جگہ دیوار پر چوگاں بازی کا میدان بنایا ہے۔ بہت سے سوار کچھ پیادے۔

اپنے اپنے کرتب دکھا رہے ہیں۔ کسی کے ہاتھ میں تیر و کمان ہے، کسی کے پاس بندوق، کسی کے ہاتھ میں تلوار قریب ہی دو ہاتھی کسے ہوئے کھڑے ہیں۔

بر آمدے میں ملک الشعرا فیضی کے وہ اشعار جو خاص اِس عمارت کی تعریف میں موزوں کئے گئے تھے۔ بخطِ نستعلیق لکھے تھے جن میں اب صرف حسب ذیل اشعار پڑھے جاتے ہیں۔

شمالی بر آمدے میں:

ایں عمارت کز شرف از ہفت گردوں برتر است
کعبہ را ماندولے این را صفائے دیگر است
ملتجائے دولت است وما من امن واماں
ملجأنہ آسمان و قبلۂ ہفت اختر است
می کشدحیرت ز طرح و نقص ایں عالی مقام

ار صفائے صحنش ایوان فلک را ہیبت است
ہم زچوب آستانش آسماں را محو راست
غرفہ اش را برتر از گردوں اگر گویم رواست
شمسہ اش را گربہ از خورشید دانم بہتر است
گلستان نقش ہائے او برنگ باغ خلد

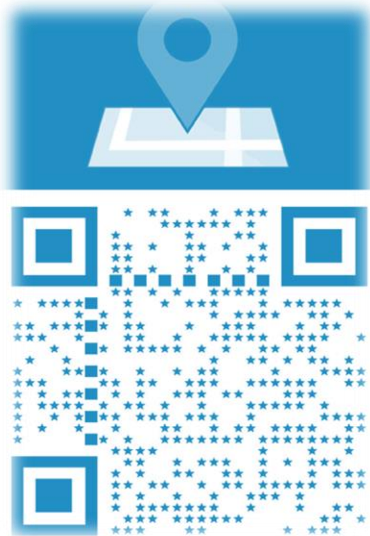
در نزاکت ہمچو طاق زر نگار آسماں
در لطافت ہمچو قصر لا جور و چنبر است

مغربی برآمدے میں:

کرد_________________________________

ہست اگرچہ در گرہ کار فلک سحر افریں
نقش ہائے خوش خط او صورت معنی نما
صورت معنی نمایش دلبر اہل یقیں
تا بود افلاک گرداں ماہ ہمدم با نجوم
تابود_________________________________

محل مریم الزمانی بیگم کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔





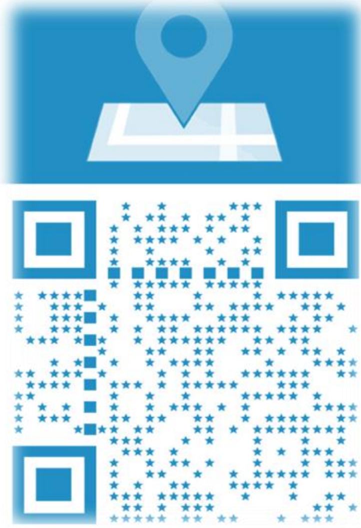
مریم کا چمن یا زنانہ باغ

مریم کے محل کے گوشۂ شمال و مغرب میں اور جودھابائی کے محل سے شمالی جانب زنانہ باغ تھا۔ یہ لمبائی میں 92فیٹ اور چوڑائی میں 62فیٹ ہے۔ پہلے یہ چار دیواری سے محصور تھا اور سوائے بادشاہ یا شاہزادوں اور شاہزادیوں اور بیگمات کے کوئی اس کے اندر نہیں جا سکتا تھا۔ مالیوں کی جگہ مالنیں اس میں چمن آرائی کرتی تھیں۔ اب راستہ بنانے کی غرض سے اس کی چار دیواری گرادی گئی ہے۔ اس کی جنوبی دیوار بیربل کے مکان کے واسطے راستہ بنانے کی غرض سے چند ہی مدت ہوئی کہ گرائی گئی تھی۔ یہ 12 فیٹ بلند اور 4فیٹ آثار کی تھی۔ مغربی دیوار ابھی موجود ہے جس کے اوپر حرم مینار کا زنانہ راستہ بنا ہے۔ نیچے چار محراب دار بڑے بڑے در نگینہ مسجد کی جانب بنے ہوئے ہیں۔

اکبری زمانہ میں اس باغ کے اندر گلزار اِرم کا جلوہ نظر آتا تھا۔ پختہ اور مضبوط روشوں پر سات رنگ کے پھول عطرپاشی کرتے تھے۔ خیابانوں میں ہر قسم کے نایاب، نفیس، اور لذیذ میوے شاخوں میں جھوما کرتے تھے۔ ہمیشہ صاف و شفاف پانی مؤدبانہ خُرام سے خوش نما نالیوں میں گل گشت کرتا رہتا تھا۔ جس وقت موسم بہار میں خاتونانِ عفّت مآب اپنے اپنے عشیرت کدوں سے نکل کر باغ کی روشوں پر خراماں خراماں سیر کرتی پھرتی ہوں گی اُس وقت قسم قسم کے پھولوں کی مہک، سنبل کا بال بکھیرنا، ریحان کا چشم دلفریب سے تکنا، معطر ہوا کا چلنا، مچھی تال میں رنگ برنگ مچھلیوں کا تیرنا، طائران خوش الحان کا نغمہ سرائی کرنا۔ فرش زمردیں کا لہلہانہ کیسا عجیب و غریب اور دلچسپ منظر پیدا کرتا ہوگا۔

باقی ماندہ آثار میں دوبُرجیاں (نشست گاہ ہیں) ایک پختہ اور مضبوط نالی ایک چھوٹا سا مچھلی تال اور کچھ پختہ اور مضبوط روشوں کے نشان ہیں۔ ایک برجی شمال میں چبوترہ کے اوپر بنی ہے اس سے لے کر دوسری برجی تک جو مچھلی تال کے کنارے پر ہے پختہ نالی بنی ہوئی ہے۔ شمالی کارخانۂ آب رسانی سے حوض میں ہوتا ہوا پانی اسی نالی کے ذریعے سے مچھلی تال میں پہنچتا تھا۔

مریم کا چمن یا زنانہ باغ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



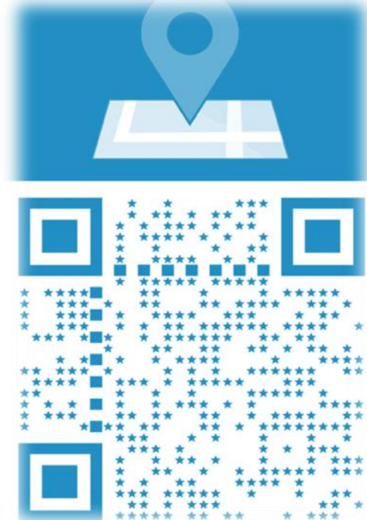
مچھی تال

مچھی تال 5×4 فیٹ ہے۔ یہ صرف 2 فیٹ 11 انچ گہرا ہے۔ اس کے مشرق و مغرب میں تین تین چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں پانی میں اترنے کے واسطے بنی ہیں۔ جنوب میں ان سیڑھیوں کے درمیان ایک ڈھلواں جھرنا لگا ہے جس پر ماہی پشت کا جال ہے۔ شمالی جانب ایک پتھر میں ساڑھے 8 انچ چوڑے اور 7 انچ گہرے، سات سات طاق نیچے اوپر کھدے ہوئے ہیں۔ درمیان میں ایک چھوٹا سا ہشت پہل حوض ایک پتھر میں ترشا ہوا نصب ہے جو ساڑھے

3×ڈھائی فیٹ ہے، رات کے وقت ان طاقوں کے اندر چھوٹے چھوٹے مختلف رنگ کے لیمپ رکھ دیے جاتے تھے۔ ان کی روشنی میں جھرنے سے پانی کا اترنا، پھر اس پر مختلف رنگوں کا عکس پڑنا عجیب و غریب لطف پیدا کرتا ہو گا۔ تالاب میں رنگ برنگ کی خوبصورت مچھلیاں تفریحاً پالی گئی تھیں۔ جن کی ناک میں سونے کی نتھنیاں پہنائی گئی تھیں۔

گوشۂ جنوب و مشرق میں ایک مسقف حوض مربع شکل کا بنا ہے جس کا ہر کونہ 26 فیٹ ہے اسے مریم کا حمام کہتے ہیں۔ موسم گرما میں یہاں بیگمات غسل کیا کرتی تھیں۔ اس کے چاروں طرف پردے کی دیوار تھی۔ یہ حوض چار فٹ گہرا ہے۔ چھت ساڑھے ۱۲ فیٹ بلند ہے جو پختہ اور مضبوط ستونوں پر پاٹی گئی ہے۔ چاروں کونوں پر تین تین سیڑھیاں پانی میں اترنے کے واسطے بنی ہیں۔

مچھلی تال کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



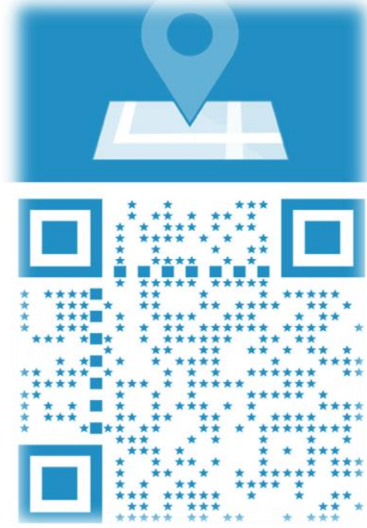
شفاخانہ

آنکھ مچولی اور پچ محلا اور زنانہ باغ کے درمیان میں شفا خانہ واقع ہے، جو تقریباً 127 فیٹ ×108 فیٹ ہے۔ اس میں شمال کی جانب مریضوں کے رہنے کے واسطے علحدہ علحدہ 12 قطعے بنے تھے جو ہر ایک 14 × ساڑھے 9 فیٹ تھا۔ جس میں سے اب صرف چھ ، سات باقی رہ گئے ہیں۔ باقی منہدم ہو گئے۔ ان کے آگے 11 فٹ 2 انچ چوڑا برآمدہ تھا جس کا کچھ حصہ اب تک باقی ہے۔ مغربی جانب کچھ عمارت اور تھی جس میں اب صرف کچھ پاخانے اور باورچی خانے باقی رہ گئے ہیں۔ موجودہ عمارت کی چھت منقش کھپریل نما ہے جو ترکی سلطانہ کے مکان کے برآمدے کی چھت کے مشابہ ہے۔ اندرونی جانب دیواروں پر موٹے موٹے چونے کی استر کاری تھی۔

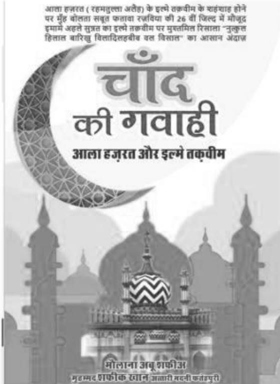
دروازوں اور کھڑکیوں کے چاروں طرف لال و سفید رنگ کے نقش و نگار زیور کی قسم کے بنے ہیں۔ کپڑے ٹانگنے کے واسطے کھونٹیوں کے بجائے ہلالی خمدار ترشے ہوئے پتھر دیواروں میں نصب ہیں کہ جن میں جانوروں کے چہرے ترشے ہوئے ہیں۔ مغربی دیوار میں تین ایسی کھونٹیاں اب تک نصب ہیں جن میں گھوڑوں کے منہ ترشے ہوئے ہیں۔ شمالی دیوار میں چھ ہوادار دروازے لگے ہیں۔ جن سے پہاڑ کے نیچے دور دور تک کا منظر پیش نظر رہتا ہے۔ منہدمہ عمارت کے بہت سے منقش اور سادہ پتھر احاطہ میں جمع ہیں۔

ایک مشہور انگریزی مؤرّخ لکھتا ہے: ''کہ یہ شفا خانہ وسعت اور آرام و آسائش کے لحاظ سے ہمارے یہاں کے شفاخانوں کے مقابلہ میں نہایت تنگ اور مختصر ہے۔ مگر یہ بات نہایت دلچسپ ہے کہ ایسی عمارتیں سولہویں صدی میں بھی ہندوستان میں موجود تھیں''، تعجب ہے کہ

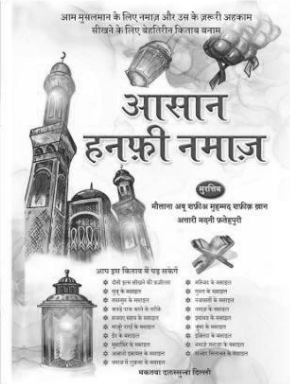
مؤرخ مذکور ہندوستانی تاریخ سے اتنا ناواقف ہے کہ سولہویں صدی کے شفا خانہ پر تعجب کرتا ہے حالانکہ اس سے دو، ڈھائی سو سال پہلے ہندوستان میں اس قسم کی بہت سی عمارتیں موجود تھیں۔



شفا خانہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔







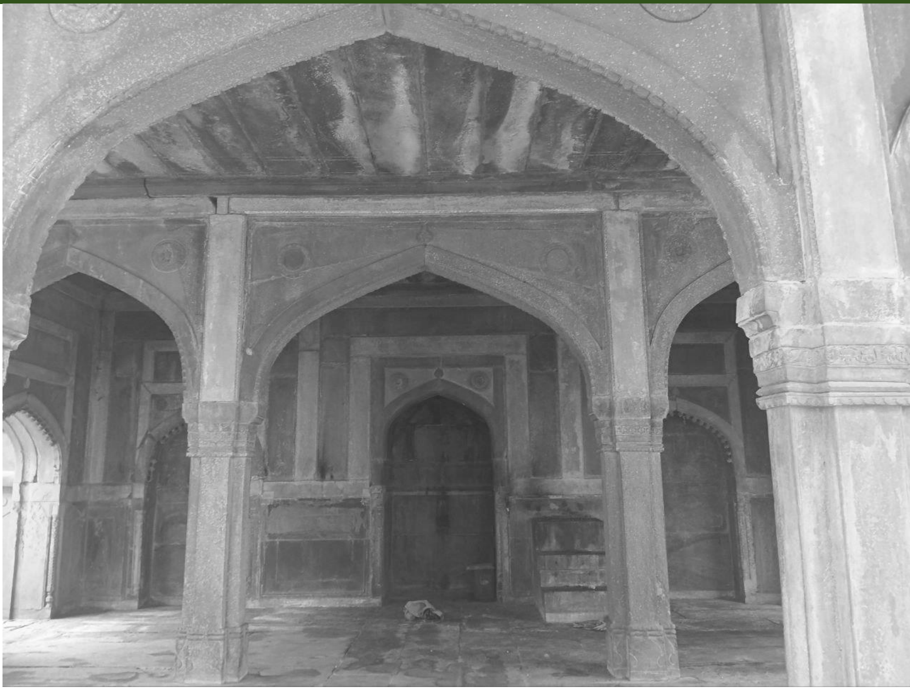
نگینہ مسجد

مریم کے چمن کے مشرقی جانب اور اُس سے ملی ہوئی ایک چھوٹی سی زنانی مسجد بنی ہوئی ہے جو نگینہ مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ یہ حرم سرا کی بیگمات کے واسطے بنائی گئی تھی اور ایک چار دیواری سے محصور تھی جو اب کھل گئی ہے جس کی لمبائی 53فیٹ 4 انچ اور چوڑائی 43فیٹ تھا۔ مسجد میں تین تین محراب دار در کے دو درجے ہیں۔ دونوں درجوں کا مجموعی رقبہ 26فیٹ 9انچ × 21فیٹ 2 انچ ہے۔ چھت نہایت ستھرے لال پتھر کے ستونوں پر پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ مغربی دیوار میں تین لٹو نما محرابوں کے درخوش نمائی کے واسطے بنا دئے ہیں۔ شمالی جانب چھوٹا سابر آمدہ اور جنوبی جانب قناتی مسجد کا نشان بنا ہے۔ آگے پختہ اور مضبوط فرش کا صحن اور گوشۂ جنوب و مشرق میں ایک شکستہ حمام واقع ہے۔ مسجد کے نیچے بھی دالان بنا ہوا ہے۔

بیرونی جانب دیواروں میں چڑیوں اور کبوتروں کے رہنے کے واسطے مکان بنا دئے ہیں۔ جو اندر سے کشادہ ہیں۔ اور اوپر کے سوراخ چاند کے شکل کے ہیں۔ ان میں طوطے، فاختہ، کبوترا کبر بادشاہ کے زمانہ سے نسلاً بعد نسلٍ رہتے چلے آتے ہیں۔

نگینہ مسجد کے Location کا QR Codeاس کو اپنے موبائل سےScan کیجیے ، آپ کے موبائل پرLocation کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔





محل جودہ بائی یا جہانگیری محل

محل جودھ بائی جو جہانگیری محل کے نام سے بھی موسوم ہے فتحپور کی رفیع الشان اور خوش وضع عمارتوں میں صنعت ورفعت اور مضبوطی کے لحاظ سے خاص امتیاز رکھتا ہے۔ اور یہ ہی ایک عمارت محلات شاہی میں ایسی ہے جو اپنی اصلی صورت و ہیئت پر اب تک قائم ہے۔ یہ مریم کے محل کے گوشۂ جنوب و مغرب میں واقع ہے۔ جودھ بائی کو عام لوگ اکبر بادشاہ کی بیگم سمجھتے ہیں حالانکہ اکبر بادشاہ کی بیگمات میں اس خطاب کی کوئی بیگم موجود نہیں تھی۔ جودھ بائی در اصل جہانگیر کی بیگم تھی جس کا ایک محل قریب قریب اسی نمونہ اور قطع کا آگرہ کے قلعہ میں بھی بنا ہوا ہے۔ اکبر بادشاہ نے غالباً یہ محل جہانگیر کی جودھ بائی کے ساتھ شادی ہونے کے بعد تعمیر کرایا تھا، اِس لحاظ سے یہ فتحپور کی سب سے آخری اکبری عمارت ہے۔ اکثر مورخین نے رنگ محل کی جگہ اسے سب سے پہلی عمارت سمجھا ہے یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ کیونکہ اُس زمانہ کی جملہ تاریخوں میں صاف طور سے لکھا ہے کہ سب سے پہلا محل جو جہانگیر کی ماں کے واسطے تعمیر کیا گیا تھا حضرت شیخ سلیم چشتی کے مکان کے پاس تھا۔ پس یہ وہ محل کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ قبل اس کے کہ عمارت کا حال بیان کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جودھ بائی کی مختصر سوانح عمری تحریر کی جائے۔

جودھ بائی کا تعارف

یہ راجہ اُدے سنگھ راٹھور عرف موتہ راجہ والیٔ جودھ پور کی بیٹی تھی، اصلی نام "مان متی" تھا اور بوجہ علم و فضل جگت گسائیں کے خطاب سے موصوف تھی۔ 994ھ بمطابق 1585ء میں جہانگیر کے ساتھ شادی ہوئی، اکبر بادشاہ امرائے دربار اور بیگمات کے ساتھ راجہ

کے مکان پر گیا۔ وہیں مجلس عقد منعقد ہوئی اور نہایت دھوم دھام سے دلہن کو بیاہ کر مکان پر لے آئے، ان کی حاضر جوابی کی یہ روایت مشہور ہے، ایک رات جب کہ چاندی چھٹکی ہوئی تھی نورجہاں بیگم سفید لباس زیب بدن کیے ہوئے جہانگیر کے پاس بیٹھی تھی۔ عطرِ جہانگیری کی خوشبودار لپٹوں سے جو تمام در و دیوار اور کپڑوں پر چھڑکا ہوا تھا بادشاہ اور بیگم دونوں کا دماغ معطر ہو رہا تھا بادشاہ نے اسی حالت میں اِنہیں بھی یاد فرمایا پرستاریں دوڑیں اور تھوڑی ہی دیر میں یہ بھی لال لباس زیب بدن کر کے آموجود ہوئی۔ اور بادشاہ کی برابر بیٹھ گئی۔ بادشاہ ان کی طرف متوجہ ہوئے، نورجہاں بیگم کو رشک پیدا ہوا۔ بادشاہ کی طرف دیکھ کر بولی کہ آخر کو جودھ بائی زمیندار ہی کی بیٹی ہے۔ اس وقت کہ ہر طرف فوارۂ نور کشادہ ہیں۔ اور فرش سنان نسرین و نسترن بچھا ہوا ہے۔ اور جلوۂ مہتاب ہویدا ہے۔ ایسے عالم میں لال لباس کیا مناسبت رکھتا ہے۔ جودھ بائی نے فوراً جواب دیا کہ میرا سہاگ قائم ہے اس وجہ سے میں نے لال لباس پہنا ہے۔ تمہارا سہاگ اٹھ چکا ہے (یعنی شیر افگن خان پہلے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے) اس سوگ میں تم نے سفید لباس پہنا ہے۔ اور یہ دوہا پڑھا

جاروں نار تاس کا ہیا
ایک چھوڑ جن دو جا کیا

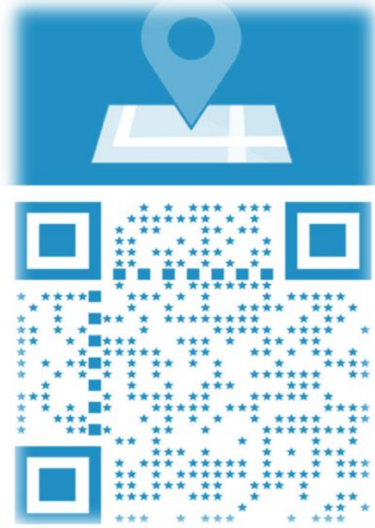
نورجہاں بیگم اس حاضر جوابی سے خفا ہوئی اور جہانگیر ہنس کر چپ ہو رہا۔ 1000ھ بمطابق 1591ء میں جودھ بائی کے بطن (پیٹ) سے شاہجہاں پیدا ہوا۔ 30 ربیع الثانی 1028ھ بمطابق 1618ء کو انتقال کیا اور آگرہ میں اپنے آباد کئے ہوئے محلہ سہاگ پورہ میں مدفون ہوئی۔

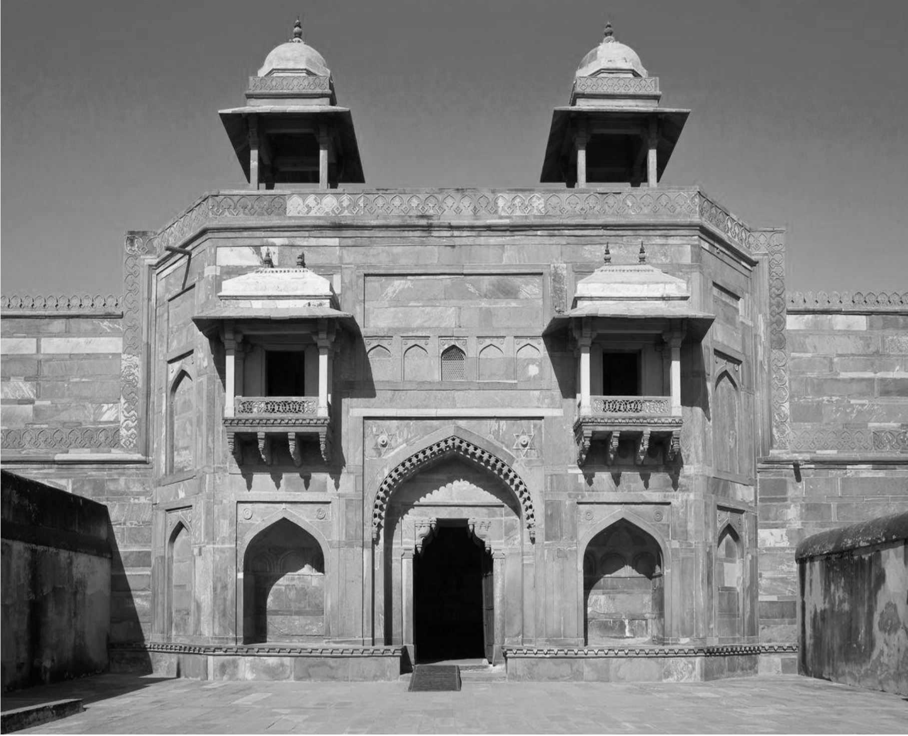
دو تین سال پہلے تک اس کے مقبرے کا نشان موجود تھا اب کھد گیا لیکن وہ مقام جہاں مقبرہ بنا تھا اب بھی جودھ بائی کے نام سے مشہور اور موضع بھوگی پورہ پرگنہ آگرہ تحصیل میں واقع ہے۔

یہ قصر عالی سرتا پا نہایت نفیس لال پتھر سے بنا ہے۔ اس کا رقبہ باہر سے 217×217 فیٹ ہے۔ اندر چاروں طرف سوال و جواب کے طور پر قریب قریب ایک نمونہ کی عمارت اور درمیان میں مربع صحن ہے جس کا ہر کونہ 183 فیٹ ہے۔ مغربی کونے کا درمیانی دالان مندر کے نام سے موسوم اور منقش ہندوانی ستونوں پر قائم ہے۔ محل کے اندر متعدد دالان، کوٹھریاں، حمام، پاخانے، نشست گاہیں موجود ہیں۔ دو منزلہ کمروں کی پختہ اور مضبوط شطرنجی نما چھتیں نہایت خوش نما اور اعلی صنعت کا نمونہ ہیں۔ چھت پر چاروں گوشوں پر خوش نما گنبد اور متعدد شہ نشینیں واقع ہیں۔

شمالی کونے میں محل کی دیوار کے باہر ایک مستطیل شکل کا کمرہ بلند ستونوں کی چھت پر بنا ہوا ہے جو ہوا محل کے نام سے مشہور اور اسم با مسمٰی ہے۔ اس کے جنوبی کونے میں دروازہ اور بقیہ کونوں میں نہایت سبک اور خوش نما جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اسی جانب وہ زنانہ راستہ واقع ہے جو مریم کے باغ اور نگینہ مسجد کی درمیانی دیوار پر ہوتا ہوا کئی چکر کے ساتھ ہرن مینار (حرم مینار) تک چلا گیا ہے۔

محل جودھ بائی کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی ، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔





بیر بل کا مکان

جودھ بائی محل کے گوشۂ شمال و مغرب میں بیر بل کا مکان ہے جسے غلطی سے اکثر لوگ بیر بل کی بیٹی کا مکان کہتے ہیں۔ اکبر نامہ سے واضح ہے کہ اکبر بادشاہ نے یہ مکان بیر بل کی فرمائش پر اُس کے واسطے تعمیر کرایا تھا، جب اخیر 990ھ بمطابق 1582ء میں یہ بن کر تیار ہوا۔ تو بیر بل نے بادشاہ سے ضیافت کے لئے عرض کیا۔ بادشاہ نے اس التجا کو قبول کیا۔ اور 7 تاریخ ماہ بہمن کو اس مکان میں آیا۔ بیر بل نے نہایت دھوم دھام سے جشن منعقد کر کے بادشاہ کی دعوت کی۔ اور بہت کچھ نثار کر کے قیمتی جواہرات پیشکش کئے۔

بیر بل کا اصلی نام مہیش داس تھا۔ قوم کی نسبت بعض برھمن اور بعض بھاٹ بتلاتے ہیں۔ کالپی کے رہنے والے تھا۔ ابتدا میں مثل دیگر بھاٹوں یا منگتا برہمنوں کے کبت پڑھ پڑھ کر بھیک مانگتے پھرتے تھے۔ اس کے بعد رام چند بھٹ کی سرکار میں نوکر ہو گئے جب قسمت نے زور مارا تو ابتدائے جلوس میں کہیں اکبر بادشاہ سے ملاقات ہوگئی، نہ معلوم باتوں باتوں میں کیا بات بھائی کہ چند ہی روز میں کچھ سے کچھ ہو گئے اور اکبر بادشاہ کے مزاج میں ایسا دخل پیدا کیا کہ " یک جان دو قالب (دل)" کا مضمون ہو گیا۔ اوّل کب رائے پھر راجہ بیر بل کے خطاب سے موصوف ہوئے۔ بادشاہ کی طرف سے اکثر راجاؤں کے پاس یہی سفیر بن کر جاتے تھے۔ اگر چہ منصب دو ہزاری سے زیادہ نہ تھا۔ لیکن عنایت اس قدر تھی کہ ہزاروں لاکھوں روپے کے جواہرات سال بلکہ مہینوں میں عطا ہو جاتے تھے۔ صاحب السیف والقلم خطاب میں داخل تھا۔ اکبر انہیں ایسا محرمِ راز سمجھتے تھا کہ کسی طرح کا پردہ درمیان میں نہ تھا۔ یہاں تک کہ آرام کے وقت حرم سرا کے اندر بھی بلا لئے جاتے تھے۔ 993ھ بمطابق 1584ء میں مہم سواد و

باجوڑپر زین خان کو کہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے۔ انہوں نے وہاں سے امداد کے واسطے لکھا۔ دربار میں تجویز درپیش تھی کہ کون امیر بھیجا جائے۔ ابو الفضل نے درخواست کی کہ فدوی کو بھیج دیا جائے۔ بیر بل نہ معلوم مسخرے پن سے یا اس خیال سے کہ بادشاہ مجھے اپنے پاس سے جدا نہ کریں گے۔ مفت کرم داشتن کا مضمون ہو گا۔ فوراً بول اٹھے کہ غلام کو بھیج دیا جائے۔ چونکہ ان کا پیمانہ حیات لبریز ہو چکا تھا۔ بادشاہ نے قرعہ ڈالا۔ موت کے فرشتہ نے انہیں کا نام سامنے کر دیا۔ اکبر کو اگرچہ ایک دم کی جدائی ان کی گوارانہ تھی۔ مگر نہ معلوم کس طرح اپنے خاصہ کا توپ خانہ ساتھ کر کے نہایت محبت سے رخصت کیا اور بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ بیر بل جلد آنا۔ غرض بیچارے آفت کے مارے روانہ ہوئے۔ آگے داستان طویل اور جگہ قلیل ہے۔ مختصر طور سے یہ سمجھ لیجئے کہ لاڈلے راجہ محلوں کے شیر تھے، مردِ شمشیر نہ تھے۔ اُن کی خود پسندیوں نے نہ صرف مہم ہی کو بگاڑ دیا۔ بلکہ خود بھی لا پتہ ہو گئے۔ اکبر بادشاہ کو ایسا رنج ہوا کہ دو رات دن کھانا نہ کھا یا۔ مدتوں اُن کی یا ان کی لاش کی تلاش رہی مگر کچھ پتہ نہ چلا، غرضکہ یہاں بھی مسخراپن سے نہ چوکے اور چلتے چلاتے ایک پھل جھڑی چھوڑ گئے۔

جس طرح نورتن اکبری میں قربت اور مصاحبت کی حیثیت سے کوئی عالی جاہ امیر اور جلیل القدر سردار بیر بل کے رتبہ کو نہیں پہنچتا اسی طرح قربِ مکانی، بدیع المثال صناعی اور خوبصورتی میں کسی امیر کا قصر عالی اس بے نظیر مکان کا مقابلہ نہیں کر سکتا، نہ معلوم سنگ تراشان آذری پیشہ نے تیشۂ جادو تراش سے پتھروں میں گل تراشی کی ہے یا صناعان عدیم المثال نے آبنوس کی لکڑی پر اپنی اعلیٰ صنعت کا نمونہ دکھا کر اکبر سے قدردان بادشاہ کے سامنے پیش کیا ہے، عجیب طلسمات کا مکان ہے جس کی انواع واقسام کی باریک بیلیں، نفیس درخت، خوبصورت

گلدستے، پھول پتے اور طرح طرح کے نقش و نگار بڑے بڑے سیاح اور باکمال صناعوں کو محوِ حیرت بناتے ہیں۔ اور اس کے خوبصورت پتھروں کو دیکھتے دیکھتے انکھیں پتھرا جاتی ہیں۔

فرگسن صاحب کی اس رائے میں کسی کو کلام نہیں کہ "بیر بیل اور ترکی سلطانہ کا مکان سب سے زیادہ بیش قیمت اور سب سے زیادہ خوبصورت اور نیز اکبر کی تمام عمارتوں میں زیادہ صنعت والی عمارتیں ہیں۔ یہ اگرچہ مختصر ضرور ہیں لیکن کہیں ایسے عمدہ نقش و نگار اور تصاویر دیکھنا ناممکن ہے کہ جہاں کوئی جگہ ایسی نہیں کہ جہاں کچھ نہ کچھ نقش و نگار موجود نہ ہوں یا بھدّے طور سے کھنچے ہوں"

یہ مکان 71فیٹx71فیٹ پختہ اور مضبوط چبوترہ کے درمیان میں جو 3فیٹ بلند بنا ہوا ہے اس میں چار برابر کے مربع کمرے ہیں جن کا اندر سے ہر کونے 15فیٹ 8 انچ ہے، دیواروں کا آثار 5فیٹ کا ہے، ہر کمرے میں چار چار دروازے ہیں گوشۂ جنوب و مشرق اور گوشۂ شمال و مغرب کے کمروں کے سامنے ایک ایک راوَٹی نما عمارت اور بنی ہے جو بالترتیب 8x21فیٹ اور 19فیٹ 7 انچx8فیٹ ہے ان میں ایک ایک دروازہ صحن کے جانب اور ایک ایک قریب کے کمرے کی جانب لگا ہے چاروں کمروں کی چھت پتھر کی نہایت خوبصورت منقش پٹیوں سے پٹی ہے کمروں کے دروازوں کی بغل میں دو دو خوبصورت طاق بنے ہیں۔

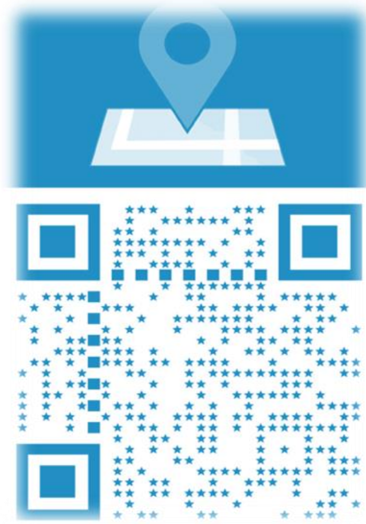
چھت کے اوپر گوشۂ شمال و مغرب اور جنوب و مشرق میں نیچے کے کمروں کے برابر دو کمرے بنے ہیں جن کی چھت لداؤ کی گنبد دار ہے اور اس میں 16 پھانکیں قائم کر کے خوبصورت بنا دیا ہے چاروں گوشوں میں الماریاں (بڑے طاق) اور محراب دار طاق بنے ہیں۔ کمروں کے اوپر خوبصورت گنبد مزین ہیں۔ کمرہ شمال و مغرب میں ایک جالی دار کھڑکی شمالی

جانب لگی ہے۔ باقی تینوں طرف، ایک ایک دروازہ اور اس کے اوپر جالی دار کھڑکیاں لگی ہیں۔ مغربی دروازے کے آگے توڑوں کی چھت پر ایک شہ نشین بنی ہے جس میں جالی دار کٹہرہ لگا ہے۔ مشرقی دروازہ کے آگے صحن اور اُسی میں زینہ ہے۔ دوسرے کمرے میں دروازہ کے سامنے شہ نشین اور مغربی دروازہ کے آگے صحن اور اُسی میں دوسرا زینہ ہے۔

گوشۂ شمال و مغرب میں صحن کے کنارے پر ایک تین دری 20فیٹ x17فیٹ بنی ہے۔ جس کی چھت راوٹی نما پٹی ہے۔ جنوبی جانب ایک پختہ دیوار تھی جس کے درمیان میں صدر دروازہ اصطبل کی طرف بنا تھا۔ یہ دیوار اب منہدم ہو گئی۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ یہ کل عمارت نہایت مضبوط اور نیچے سے اوپر تک انواع و اقسام کے نقش و نگار سے مرصع ہے اس کے چھجہ میں جو توڑے لگے ہیں وہ نہایت خوبصورت اور خاص وضع کے ہیں۔ کل عمارت میں چھوٹے سے بڑے تک جس قدر پتھر لگے ہیں سب منقش ہیں اور کوئی جگہ سادہ نہیں ہے۔

اس عمارت کے شمالی صحن کے نیچے اصطبل کا پختہ اور مضبوط دالان بنا ہے جس میں گھوڑوں کے باندھنے کے واسطے مورے (ایک قسم کے سوراخ دار ترشے ہوئے پتھر) اور گھاس ڈالنے کے واسطے دیوار میں الماریاں (بڑے طاق) بنی ہیں۔

بیربل کا محل کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



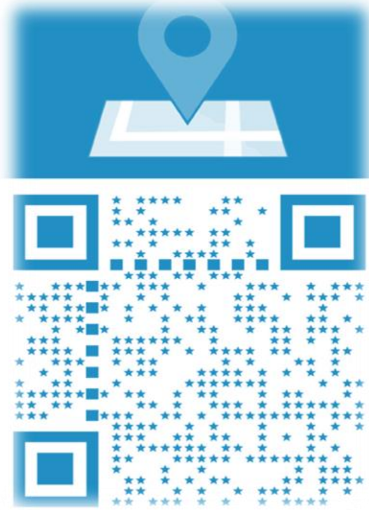


گھوڑوں کا اصطبل

اکبر بادشاہ کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا۔ نہایت عمدہ عمدہ عربی، ترکی، ایرانی وغیرہ گھوڑے جمع کئے تھے۔ ہمیشہ 12000 گھوڑے شاہی اصطبل میں جمع رہتے تھے، اکثر اس سے زیادہ ہو جاتے تھے مگر کم نہ ہونے پاتے تھے، اعلیٰ درجہ کے خاص خاص گھوڑوں کے واسطے محلات شاہی میں یہ سنگین اصطبل بنایا گیا تھا جو بیربل کے مکان سے ملا ہوا جنوبی جانب واقع ہے اس کے مشرق و مغرب اور جنوب میں 16 فیٹ 10 انچ چوڑے پختہ اور مضبوط دالان بنے ہیں جن کے گوشوں میں ایک ایک کوٹھری اور درمیان میں 290فیٹ x115 فیٹ صحن چھوٹا ہوا ہے جس میں پختہ فرش اور درمیان میں ایک پختہ نالی گھوڑوں کے پانی پلانے کے واسطے بنی ہے۔

مشرقی اور مغربی دالانوں میں 23-23 اور جنوبی دالان میں 7 در ہیں۔ ہر در کے سامنے دو دو گھوڑوں کے تھان ہیں۔ ہر گھوڑے کے واسطے دیوار میں 2 فیٹ 5 انچ کی بلندی پر گھاس رکھنے کے واسطے علیحدہ علیحدہ الماری بنی ہے۔ کھونٹوں کی جگہ ہر تھان پر دو مورے پتھر کے دیوار میں نصب ہیں۔ صدر دروازہ جنوب و مشرقی گوشے میں ہے۔ ایک چھوٹا دروازہ مغربی دالان میں اور دو تین چھوٹے چھوٹے دروازے مشرقی دالان میں شتر خانہ میں کھلے ہوئے ہیں۔

گھوڑوں کا اصطبل کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



ایک طرف گھوڑوں کا اصطبل تھا اور دوسری طرف اونٹوں کا

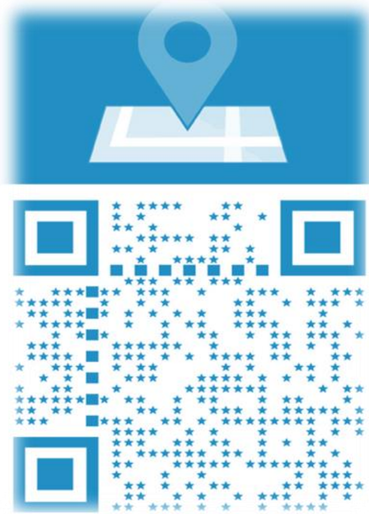


شُتر خانہ (اونٹ خانہ)

جودھ بائی کے محل کی مغربی اور گھوڑوں کے اصطبل کی مشرقی دیوار سے ملا ہوا شتر خانہ یعنی اونٹ خانہ بنا ہے۔ اس کی عمارت شمالاً جنوباً 175 فیٹ اور شرقاً غرباً 24 فیٹ ہے۔ اس کی چھت 60 پختہ اور مضبوط اور بلند ستونوں پر قائم ہے جو اس ترتیب سے نصب ہیں کہ 15 جداگانہ تین دریاں عمارت میں بن گئی ہیں ۔ چھٹ چار چار ستونوں کے درمیان میں پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ ہر درجہ کی چھت میں چار چار سوراخ روشنی کے واسطے بنے ہوئے ہیں۔

جنوب میں چھوٹا سا صحن ہے جس کے کنارے پر ایک کوٹھری اور ایک یک درہ بنا ہے۔ مشرق میں گھوڑوں کا اصطبل اور شتر (اونٹ) خانہ کا مشترکہ پھاٹک ہے۔

اونٹ خانہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی ، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



ایک طرف گھوڑوں کا اصطبل تھا اور دوسری طرف اونٹوں کا

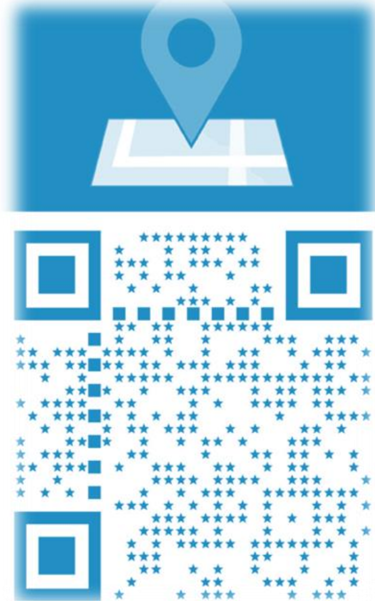


دفتر خانہ

محل خاص کے جنوب کی طرف جو پختہ اور مضبوط عمارت ہے وہ دفتر خانہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے وسیع صحن میں ہو کر محلات شاہی کی پختہ سڑک نکل گئی ہے۔ چند دن پہلے تک اس میں ڈاک بنگلہ قائم تھا حال ہی میں ڈاک بنگلہ کی جدید عمارت تعمیر ہونے پر اس کو اصلی حالت میں کر دیا گیا ہے۔ اس میں ایک وسیع کمرہ اور بر آمدہ ہے جو 3 فیٹ بلند چبوترہ پر بنا ہے۔ کمرہ کا رقبہ 37 فیٹ ×20 فیٹ ہے۔ اس میں 3-3 دروازے شمال و جنوب میں اور ایک ایک مشرق و مغرب میں ہے۔ جنوبی جانب کے درمیانی دروازے کے آگے ایک شہ نشین بنی ہے۔ اندر بہت سی چھوٹی بڑی الماریاں اور طاق بنے ہیں۔ چھت پختہ اور مضبوط لداؤ نما ہے۔ کمرہ کے شمال و مشرق اور مغرب میں بر آمدہ ہے۔ جو شرقاً غرباً 81 فیٹ اور شمالاً جنوباً 46 فیٹ ہے۔ اس میں دو ہرے پختہ اور مضبوط بلند ستون نصب ہیں۔ چھت پتھر کی پیٹیوں سے پٹی ہے۔ مشرق و مغرب میں چار چار اور شمال میں 7 در ہیں۔ کمرہ اور بر آمدہ کی چھت کے قریب اکثر جگہ پتھر کے بڑے بڑے آنکڑے لگے ہیں جو بطخ کے منہ کے مشابہ تراشے گئے ہیں۔

اس عمارت کے مغربی جانب 16 در کا اور شمال میں محل خاص کی خواب گاہ کے نیچے 23 در کا پختہ اور مضبوط دالان اور بنا ہے۔ کمرہ اور بر آمد کے آگے نہایت وسیع اور کشادہ صحن ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ سابق میں یہاں کچھ اور بھی عمارت ہو گی۔ کیا عجب ہے کہ مکتب خانہ کی عمارت جس کا ذکر منتخب التواریخ میں ہے اسی جگہ ہو یا وہ یہ ہی دفتر خانہ کی موجودہ عمارت ہو۔ مکتب خانہ سے یہ نہ سمجھئے کہ وہ کوئی لڑکوں کے پڑھنے کا مکتب تھا بلکہ یہ اُس عمارت کا نام تھا جس میں ترجمہ کا دفتر تھا۔ اکبر بادشاہ اگر چہ بے علم تھا مگر علم کا مذاق اور علوم وفنون کا شوق اور

قدر دانی کا جوش اُسے ہندوستان کے کسی عالم بادشاہ سے ہر گز کم نہ تھا بلکہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔ مشہور کتابوں میں شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو گی جو اُس کے سامنے نہ پڑھی گئی ہو۔ ترجمہ کا ایسا وسیع سر رشتہ تھا کہ ہندوستان میں کسی بادشاہ کے زمانہ میں نہ تھا۔ مختلف زبان دان بیش قرار مشاہروں پر ملازم تھے سنسکرت ،یونانی ، عربی کی کتابیں فارسی اور بھی بھاشا(languages) میں ترجمہ کی جاتی تھیں۔ جہاں یہ سب صاحبِ زبان بیٹھتے تھے اُس مقام کا نام مکتب خانہ تھا۔ ملا عبد القادر بدایونی ، شیخ فیضی ، مکمل خان گجراتی ملاشیری ، کشن جوتشی ،گنگا دھر ، مہیش ،مہانند خاص خاص اور اعلیٰ درجہ کے مترجم تھے۔ بہت سے خوش نویس اور مصور بھی اس دفتر میں ملازم تھے کہ کتابوں کو باتصویر مرتب کرتے تھے۔



دفتر خانہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی ، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔




اصلاحی و تبلیغی خُطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ
خُطباتِ مصطفائی
و
خُطباتِ شفیقی
خطیبِ اوّل
مبلّغ اسلام پیرزادہ محمد رضا ثاقب مُصطفائی
حصہ اول
خطیبِ ثانی و مرتب
مولانا محمد شفیق خاں عطّاری مدنی فتح پوری
مکتبہ دارُالسُّنّہ، دِہلی

سُکھ تال

دیوانِ عام اور محلات کی پختہ سڑک کے جنوبی جانب حکیموں کے مکان کے پاس ایک پختہ تالاب واقع ہے جو سکھ تال کے نام سے موسوم ہے، یہ 100 فیٹ لمبا اور 77فیٹ چوڑا اور 21 فیٹ گہرا ہے۔ شمالی جانب تالاب میں اترنے کے واسطے سیڑھیاں بنی ہیں۔ باقی تینوں طرف 6 فیٹ چوڑا پختہ چبوترہ بنا ہے جس کے کنارے پر پختہ دیواریں قد آدم سے بلند بنی ہیں۔ مشرقی دیوار میں ایک چھوٹا سا کنواں بنا ہے جس میں اترنے کے واسطے پتھر کے ٹکڑے لگے ہیں۔ محلات شاہی سے بذریعہ ایک پختہ نالی کے جو اب تک موجود ہے اس کنویں میں پانی آتا تھا اور اس کے اندر ہو کر تالاب میں پہنچتا تھا۔ اکثر لوگ جو تاریخ سے ناواقف ہیں انوپ تلاؤ کی بخشش کو اس تالاب سے منسوب کر کے بیان کرتے ہیں کہ اسی مناسبت سے یہ سکّہ تال سے سکھ تال مشہور ہو گیا ہے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔





حکیم کا مکان

دیوانِ عام کی جنوبی دیوار سے سکھ تال تک جو عمارت باقی ہے وہ حکیم کے مکان کے نام سے مشہور ہے۔ آج صحیح طور سے کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ کس حکیم کے قصر عالی کے نشانات ہیں۔ باقی ماندہ عمارت کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کئی محل تھے غالباً میر فتح اللہ شیرازی، حکیم ابوالفتح گیلانی، حکیم ہمام، حکیم حسن سب کے محل اِسی جگہ تھے۔

اِس کل عمارت میں قابل بیان اور قابل دید صرف ایک بارہ دری یا دالان باقی رہ گیا ہے۔ جو جنوبی جانب ایک نہایت بلند مقام پر دو منزلہ کے اوپر بنا ہوا ہے۔ یہ شرقاً غرباً 77 فیٹ اور شمالاً جنوباً 21 فیٹ ہے۔ آگے چھجّہ لگا ہے جس کے اوپر جالیدار کٹہرہ لگا ہوا ہے۔ جنوبی جانب چھ ہوادار در کُھلے ہوئے ہیں۔ مغربی جانب اِس کی چھت پر چڑھنے کے واسطے زینہ بنا ہے۔ چھت کے اوپر یعنی تین منزلہ پر ایک کمرہ 30فیٹ × 21فیٹ بنا ہے۔ اس میں تین تین دروازے شمال و جنوب میں اور چار مشرق میں کھلے ہوئے ہیں۔ مغربی دیوار میں چار دروازوں کے نشان بنے ہیں۔ کمرہ کی چھت اور آگے کا بر آمدہ منہدم ہو گیا اس میں نفیس چونے کی استر کاری پر بہت خوبصورت رنگین نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ جن کی کچھ یادگار اب تک موجود ہے۔ یہ مقام نہایت بلند پُر فضا اور دلچسپ ہے یہاں سے تمام فتحپور کی عمارات خصوصاً جنوبی حصہ کا منظر دور دور تک پیش نظر ہو جاتا ہے۔ نیچے اوپر اور بھی بہت سے مکان بنے ہوئے ہیں مگر ان کی حالت کچھ ایسی بدل گئی ہے کہ ان کی پیمائش یا عمارت کا کچھ حال تحریر کرنا فضول معلوم ہوتا ہے۔ محل کے اندر ایک جگہ زنانہ حمّام بنا ہوا ہے جس میں کئی غسل خانے موجود ہیں ان کے اندر اب تک اچھے اچھے نقش و نگار باقی ہیں۔ قرب و جوار میں اور بھی کئی حمّاموں کے نشان ہیں۔ ان میں ایک

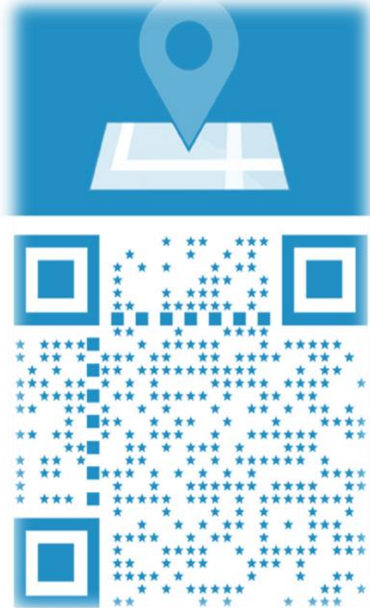
وسیع حمام کسی قدر اچھی حالت میں ہے جو مشرق کی طرف واقع ہے اس میں کئی درجے اور غسل خانے ہیں۔ اگرچہ یہ شکستہ حالت میں ہے مگر اس کے باقی ماندہ خوبصورت نقش و نگار اِس کی گذشتہ نفاست اور خوبصورتی کا منظر آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ جنوبی حصہ کے ایک غسل خانہ میں پختہ اور مضبوط فرش کا ایک ٹکڑا کسی طرح باقی رہ گیا ہے وہ قابل دید ہے، لال پتھر میں کسی دوسرے پتھر کی لہریہ دار پچے کاری نہایت خوش نمائی اور صنعت سے کی گئی تھی جو اب باقی نہیں ہے۔ درمیانی درجہ میں ایک ہشت پہل حوض اور غسل خانوں میں نل نالیاں اب تک موجود ہیں مگر سب شکستہ حالت میں ہیں۔

ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے
یہ ہی دنیا کا کارخانہ ہے

جوہری بازار

دیوانِ عام کے مشرقی پھاٹک سے آگرہ دروازے تک سڑک کے دونوں طرف پختہ اور پختہ اور مضبوط بازار تھا۔ جو جوہری بازار کے نام سے موسم تھا۔ درمیان میں اس مقام پر جہاں نوبت خانے کی عمارت ہے چاندنی چوک تھا۔ اِس وقت تک منہدمہ دوکانوں کے نشان موجود ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ کل بازار کی دوکانوں پر چونے کی استرکاری پر رنگین گل کاری کی گئی تھی۔ دیوان عام کی مشرقی دیوار سے ملی ہوئی گوشۂ جنوب و مشرق میں کچھ عمارت اور تھیں جس کا کچھ حصہ اب تک باقی ہے۔ اس کی چھت لداؤ کی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ بازار کے کنارے پر یہ ایک کارواں سرائے معزز سوداگروں کے قیام کے واسطے تعمیر کی گئی ہو۔

جوہری بازار کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی ، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔

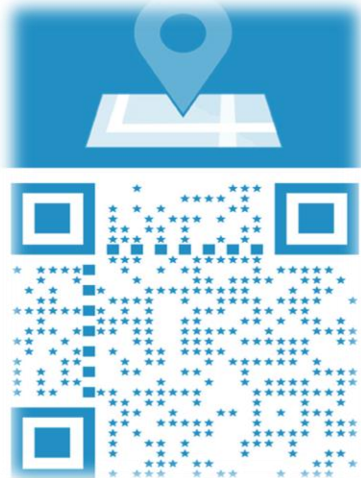




خزانہ

دیوان عام سے تھوڑے ہی فاصلہ پر اسی جوہری بازار کی سڑک کے جنوبی جانب خزانہ کی عمارت ہے۔ اس کا بڑا حصہ منہدم ہو چکا ہے جنوبی جانب تین دروازے کا ایک کمرہ اور اس کے آگے بر آمدہ بنا ہے جس میں پانچ در ہیں۔ کمرے کی دونوں بغلوں میں ایک ایک سینچی بنی ہے۔ پس یہ ہی عمارت باقی ہے لیکن اس کی بھی چھت اکثر جگہ سے گر گئی ہے۔ مشرق اور مغرب میں دالان در دالان بنے تھے جن کی چھت راوٹی نماپٹی تھی۔ اب مشرقی دالان کے صرف پیشانی اور مغربی دالان کے پشت کی دیوار باقی رہ گئی ہے۔ کمرے میں ایک دروازہ جنوبی دیوار میں تھا۔ جس کے آگے شہ نشین بنی تھی جو گر گئی مغربی گوشہ کی سینچی کے اندر ایک کوٹھری بنی ہے جس میں گزشتہ نقش و نگار کا کچھ نمونہ اب تک باقی ہے۔ منجملہ اُس کے مغربی دیوار میں ایک طاق کے اندر نہایت نفیس اور خوبصورت گلدستہ بنا ہوا ہے جو قابل دید ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فتحپور کے سرکاری شفاخانہ میں اِسی عمارت کا پتھر لگایا گیا تھا۔

خزانہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



آنکھ مچولی کے سامنے لگے ہوئے پتھر کی تختی میں لکھا ہوا ہے کہ تین کمروں والا یہ بھون جو غلطی سے آنکھ مچولی کہا جاتا ہے حقیقت میں سونے چاندی کے سکوں کا خزانہ تھا۔





ٹکسال

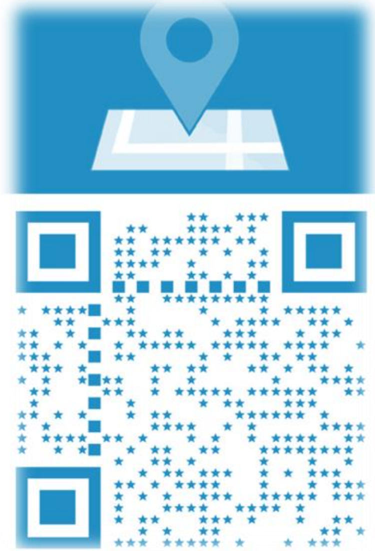
سڑک کے شمالی جانب خزانہ کے سامنے ٹکسال کی وسیع عمارت ہے جس کا رقبہ باہر سے 330x374 فیٹ ہے۔اس کے چاروں طرف 45-45 فیٹ چوڑے دالان در دالان بنے تھے۔ جن کے در محراب دار اور چھت علیحدہ علیحدہ لداؤ کی گنبد نما ہے، مشرق و مغرب میں 14۔14،اور شمال و جنوب میں 13۔13 در ہیں کل عمارت میں موٹے موٹے چونے کی استر کاری ہے، چھت اکثر جگہ سے گر گئی ہے، درمیان میں بھی کچھ عمارت کے آثار ہیں، اس عمارت کا افتتاح 985ھ بمطابق 1577ء میں ہوا تھا، اس وقت تک ٹکسال کا اہتمام چودھریوں کے سپرد تھا۔ ٹکسال کے چند سکوں کے نمونے لکھے جاتے ہیں:

(1)۔۔۔روپیہ: وزن ساڑھے ۱۱ ماشہ، اس میں ایک طرف "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" حاشیہ پر "بصدقِ ابو بکر، بعدل عمر، بحیائے عثمان، بعلمِ علی" اور دوسری طرف "جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ۔ ضرب دار السرور، فتحپور 989"

(2)۔۔۔روپیہ: وزن ساڑھے 11 ماشہ، نقش مطابق نمبر 1 حاشیہ بریدہ 992

(3)۔۔۔پیسہ: وزن ایک تولہ، 8 ماشہ، 7 سرخ۔ ایک طرف دار الضرب فتحپور۔ دوسری طرف مہر الہٰی 48

حال میں اسی عمارت سے ملا ہوا مشرق کی جانب ڈاک بنگلہ تعمیر کیا گیا ہے۔

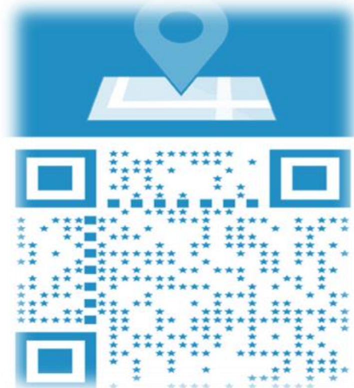


ٹکسال کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



نوبت خانہ یا نقار خانہ

ٹکسال اور خزانہ کے آگے نقار خانے کی عمارت ہے۔ یہ دراصل جوہری بازار کا چاندنی چوک تھا جس میں چاروں طرف دوکانوں کے نشان اب تک موجود ہیں۔ چونکہ اس کے مشرقی دروازوں پر شاہی نقار خانہ تھا اور نوبت بجا کرتی تھی۔ اِس وجہ سے یہ نوبت خانہ اور نقار خانے کے نام سے موسوم ہو گئی۔ شمال اور جنوب اور مغرب میں ایک ایک اور مشرق میں برابر برابر تین عالیشان سنگین دروازے ہیں۔ درمیان میں 115 فیٹ مربع چوک ہے جس کے ارد گرد چار دیواری تھی۔ اندر چاروں طرف دوکانیں نبی تھیں۔ مشرقی دروازوں کی چھت پر 60×22 فیٹ بارہ دری بنی ہے جس میں شاہی نقار خانہ تھا۔ اس بارہ دری میں 18 ستون ہیں جو اس ترتیب سے نصیب ہیں کہ بارہ دری دو درجوں میں منقسم ہو گئی ہے۔ مشرقی جانب تین دروازے لگے ہیں۔ چھت کے اوپر مشرقی گوشوں پر دو گنبد دار برجیاں بنی ہیں۔ مشرقی دروازوں کے قریب گوشہ جنوب و مشرق میں ایک مربع چبوترہ پر جس کا ہر کونہ 15 فیٹ ہے ایک برج بنا ہوا ہے جس سے آگے تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹی سی قناتی مسجد بنی ہے۔



نوبت خانہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



بارہ دری متصل نقار خانہ مع آثار ملحقہ

نقار خانہ سے آگرہ دروازے تک بہت سی عمارت منہدم پڑی ہیں، جگہ جگہ پر اینٹ چونے کے انبار، حماموں کے دمدمے، دیواروں کے آثار ٹوٹی پھوٹی شہ نشینیں دکھائی دیتی ہیں۔ ان میں ایک سنگین بارہ دری اچھی حالت میں ہے جو نقار خانہ کے سامنے شمال و مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔ یہ بہت بلند اور پر فضا جگہ پر بنی ہے جہاں سے دور دور کا منظر پیش نظر رہتا ہے۔ اس میں ایک کمرہ اور اُس کے چاروں طرف بر آمدہ بنا ہے۔ کمرہ کا رقبہ 32 × 25 فیٹ ہے، شمال و جنوب میں 3-3 اور مشرق و مغرب میں ایک ایک دروازہ لگا ہے۔ چھت سنگین لداؤ کی ہے۔ بر آمدہ شرقاً غرباً 56 فیٹ اور شمالاً جنوباً 48 فیٹ ہے، اس کی چھت سنگین کھپریل نما ہے جو منقش ستونوں پر قائم ہے۔ کمرہ کی بیرونی دیواروں پر جو بر آمدہ میں ہیں لال پتھر کے اندر سفید پتھر کی جالدار پچے کاری کی گئی ہے۔

بارہ دری کے قرب و جوار میں کئی حمام شکستہ حالت میں موجود ہیں۔ شمالی جانب پہاڑ کے نیچے ایک بڑی باؤلی ٹوٹی ہوئی موجود ہے۔ جس میں سے غالباً اس جانب کے مکانات میں پانی پہنچتا تھا، سب سے آخر میں آگرہ دروازے کے قریب ایک عالی شان دروازہ اور اسی کے سامنے شمالی جانب پہاڑ کے کنارے پر ایک پر فضا نشست گاہ باقی ہے۔ نشست گاہ میں شمالی جانب تین دروازے ہیں اور گزشتہ نقش و نگار کے کچھ آثار بھی اب تک نمایاں ہیں۔ دروازہ کی چھت لداؤ کی ہے جس کے درمیان میں ایک بہت بڑا اور خوبصورت پھول مزین ہے جو قابل دید ہے۔ یہ بقیہ آثار خانخاناں مرزا عبد الرحیم خان کی عالی شان حویلی کے بتائے جاتے ہیں۔ مرزا عبد الرحیم

خان اکبری اور جہانگیری زمانے کے سات ہزار لشکر کے سپہ سالار کے منصب دار تھے جن کی امارت اور دریادلی اور اولوالعظمی کے کارنامے ہندوستان میں بہت مشہور ہیں۔

بارہ داری کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی ، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔

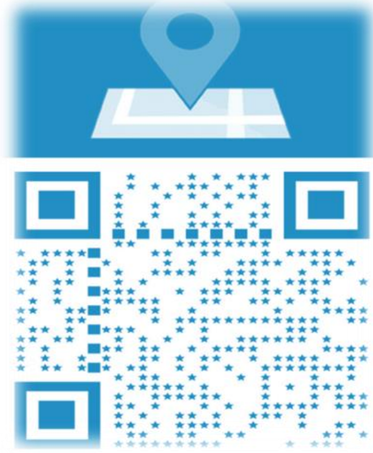
حمام محمد باقر

دیوان عام کی شمالی دیوار اور ٹکسال کی مغربی دیوار کے درمیان میں کسی عالیشان عمارت کے آثار ہیں جسے غلطی سے اکثر مورخین نے عبادت خانے کے آثار بتاتے ہیں۔ اس کے مغربی جانب سیکری کھائی سے ملا ہوا یہ حمام واقع ہے۔ اس کے کتبے سے جو اب حمام کے شمال و مغربی گوشہ میں ایک چبوترہ یا قبر پر رکھا ہوا ہے اور جو پہلے اس عمارت پر نصب تھا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حمام محمد باقر کا بنایا ہوا ہے۔ محمد باقر اکبری زمانے میں تین سو لشکر کے سپہ سالار کے منصب پر سرفراز تھے۔ کتبہ مذکور نستعلیق حروف میں ہے جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

یاتش خانہ بندۂ در گاہ محمد باقر سفرہ چی

یہ حمام کئی درجہ کا ہے، اس کے کمروں اور غسل خانوں کے اندر چونے کے نفیس صندلے پر رنگارنگ کے نقش و نگار اور منبت کاری کے پھول پتے بنے تھے جو کئی جگہ کے اب تک اصلی حالت پر قائم ہیں، چنانچہ بڑے کمرے کی چھت کے وسط میں ایک بڑے دائرہ نما پھول کا نصف حصہ باقی رہ گیا ہے جو سفید زمین پر لاجوردی اور مختلف رنگوں سے بنایا گیا ہے۔ اس میں اب تک ایسی آب و تاب ہے کہ ابھی کا تیار کیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

حمام محمد باقر کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔





حوض شیریں یا سکھ تال (شمالی)

دیوان خاص اور آنکھ مچولی کے شمالی جانب اور حمام محمد باقر کے سامنے مغربی جانب ایک پختہ تالاب واقع ہے جو سکھ تال اور حوض شیریں دونوں نام سے موسوم ہے۔ یہ 89 فیٹ لمبا اور 89 فیٹ چوڑا اور 23 فیٹ گہرا ہے۔ جنوبی جانب پانی میں اترنے کے واسطے سیڑھیاں بنی ہیں اور ارد گرد ساڑھے 9 فیٹ چوڑا پختہ چبوترہ بنا ہے۔ تالاب کے جنوبی جانب 19 در کا وہ سنگین دالان ہے جس کی چھت پر دیوان خاص اور آنکھ مچولی کا شمالی صحن ہے۔ اسی دالان میں مشرقی جانب 10 فیٹ × 2 فیٹ جھرنا لگا ہے۔ محل خاص کے حوض سے پچیسی اور دیوان خاص کے فرش کی نالی پر ہوتا ہوا پانی اس جھرنے کے ذریعہ سے نیچے اترتا تھا اور پھر نالی میں ہوتا ہوا اس تالاب میں پہنچتا تھا۔ تالاب کے نیچے شمالی جانب 5 در کا اور مغربی جانب 4 در کا دالان بنا ہے جس کی چھت لداؤ کی ہے۔ ابوالفضل اکبر نامہ میں بواقعات 990ھ بمطابق 1882ء لکھتے ہیں: فتحپور کے پہاڑ کے اوپر شمالی جانب ایک نہایت دل کشا حوض اکبر کے حکم سے تعمیر کیا گیا تھا۔ ایک دن اکثر بندگان عشرت دوست اس کے کناروں پر بیٹھے ہوئے تفریح کر رہے تھے۔ بادشاہ سلامت بھی مع شاہزادوں کے رونق افروز تھے۔ کسی جگہ شطرنج کا شغل تھا، کسی جگہ گنجفہ کھیلا جا رہا تھا۔ غرضکہ مختلف مقامات پر اسی قسم کے دل بہلاؤ کے مشغلہ جاری تھے۔ یکایک حوض کا ایک کونہ شق ہوا، اور پانی جو حوض میں لبالب بھرا ہوا تھا طوفان کی طرح بہنا شروع ہوا، امیر لوگوں نے اِس بلا خیز طوفان سے نجات پائی لیکن مکانات زیریں اور عوام آدمیوں کو نقصان پہنچا۔ باوجود اس کے کہ انبوہ کثیر تھا مگر روشناس آدمیوں میں سوائے مدی چیتہ بان کے اور کوئی آدمی ضائع نہیں ہوا۔ بادشاہ نے معبود حقیقی کا شکریہ ادا کر کے بہت کچھ خیرات کی۔



سکھ تال کے Location کا QR Codeاس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی ، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔

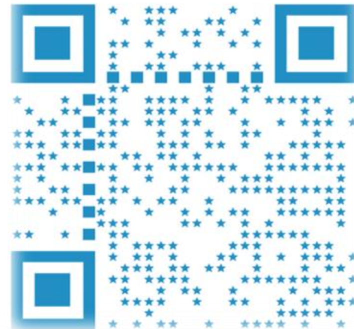


فیل خانہ (ہاتھی خانہ)

اکبر کو ہاتھیوں کا بڑا شوق تھا اور یہ شوق فقط شاہوں اور شہزادوں کا سا معمولی شوق نہ تھا بلکہ ہاتھیوں کی وجہ سے اکثر مہمیں قائم ہو گئیں جن میں لاکھوں کروڑوں روپے صرف ہو گئے۔ ہزاروں سر کٹ گئے۔ خود ہاتھی پر خوب بیٹھتا تھا۔ کیسا ہی مست سر شور آدم کش ہاتھی ہوتا۔ وہ بے لاگ اُس کے پاس جاتا اور کبھی دانت اور کبھی کان پکڑ کر فوراً گردن پر سوار ہو جاتا تھا۔ فیل خانہ میں ہمیشہ پانچ اور چھ ہزار کے درمیان میں ہاتھی موجود رہتے تھے۔ فتحپور میں سکھ تال (حوض شیریں) کے سامنے نگر کی سڑک کے شمالی جانب فیل خانہ کی عمارت تھی جو اب منہدم ہو گئی لیکن بہت سے ستون اب تک کھڑے ہوئے ہیں۔ جو فیل خانہ کے نام سے موسوم ہیں۔

ہاتھی خانہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔





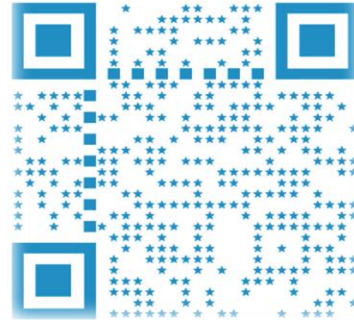


لنگر خانہ اہل اسلام

نگینہ مسجد کے نیچے مغرب کی جانب مسلمانوں کا لنگر خانہ ہے جس میں اکبر کے زمانے میں مسلمان فقیروں کو کھانا تقسیم کیا جاتا تھا۔ اس میں ایک تین دری اور اُس کے آگے بر آمدہ بنا ہے جو 38×22 فیٹ ہے۔ چھت سنگین کھپریل نما ہے۔ ابوالفضل لکھتے ہیں کہ جب اکبر بادشاہ کی حکومت کو 23 سال ہو چکے تو اس سال بادشاہ نے اطراف دارالسلطنت (فتحپور) میں چند عالی شان غریب خانے تعمیر کرائے اور اُن میں غربا اور مساکین کے کھانے پینے اور پوشش کا انتظام نہایت سیر چشمی سے کیا اور رحم دل امرا کو ان کا اہتمام سپرد کیا، ملا عبد القادر بدایونی 999ھ بمطابق 1590ء میں لکھتے ہیں کہ اس سال اکبر نے مسلمان اور ہندو فقیروں کو کھانا کھلانے کے واسطے دو مکان بنوائے۔ اول کا خیر پورہ اور دوسرے کا دھرم پورہ نام رکھا۔ سب فقیروں کو بادشاہی لنگر سے کھانا ملتا تھا۔ ان کا اہتمام شیخ ابوالفضل کے نوکروں کے متعلق کیا گیا۔

لنگر خانہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔

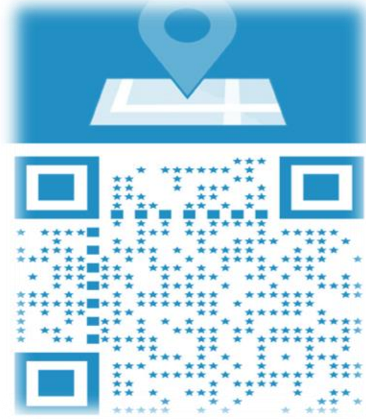






لنگر خانہ اہل ہنود

لنگر خانہ اہل اسلام کے سامنے سڑک کے شمالی جانب قریب قریب اسی نمونہ کی دوسری عمارت ہے جو ہندوؤں کا لنگر خانہ مشہور ہے۔ اس میں ہند و محتاجوں کو پکا پکایا کھانا اور خشک غذا ملتی تھی۔ اس کی لمبائی ساڑھے 36 فیٹ اور چوڑائی 13 فیٹ ہے۔



لنگر خانہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



کبوتر خانہ

دنیا میں کوئی شغل اور کوئی شوق ایسا نہ تھا جس میں اکبر بادشاہ کو کچھ نہ کچھ دخل نہ ہو۔ چنانچہ کبوتر بازی کا بھی عاشق تھا، انواع و اقسام کے کبوتر شہر شہر بلکہ ولایتوں سے منگا کر اکٹھا کئے تھے۔ عبداللہ خان اُزبک والیٔ توران کو لکھ کر وہاں سے گرہ باز کبوتر منگائے تھے۔ آئین اکبری میں جہاں اور کارخانوں کے آئین و ضوابط لکھے ہیں وہاں کبوتر بازی کا بھی آئین آئین نشاط بازی کے نام سے موجود ہے۔ شیخ ابوالفضل نے ایک مقام پر اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ ایک دن کبوتر اڑ رہے تھے وہ بازیاں کرتے تھے۔ اکبر بادشاہ تماشہ دیکھتے تھے کہ ایک خاصہ کے کبوتر پر بہری گری، اکبر نے للکار کر آواز دی کہ خبردار، بہری جھپٹا مارتے مارتے رک کر ہٹ گئی۔ اور پھر نہ آئی، رقعات ابوالفضل میں ایک فرمان مرزا عبدالرحیم خانخاناں کے نام ہے اُس میں کبوتروں ہی کا ذکر ہے اور ایک ایک کبوتر کا نام بنام اب بھی لکھا ہے۔

فتحپور میں ہتیا پول اور سنگین برج کے پاس جو بُرج بنا ہے وہ کبوتر خانہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ مربع ہے جس کا اندر سے ہر کونہ 47 فیٹ ہے۔ چاروں طرف چار دروازے اور اُن کی بغلوں میں دو دو الماریاں (بڑے طاق) اور اُن کے اوپر طاق بنے ہیں۔ چھت لداؤ کی گنبد نما ہے جس کے بیچ میں ایک پھول بنا ہے۔

کبوتر خانہ کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔





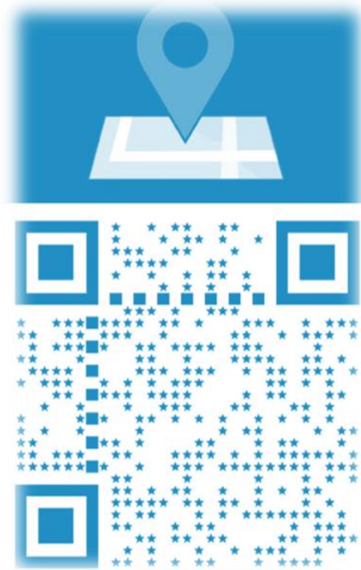
سنگین برج

یہ برج باہر سے لال پتھر اور اندر سے پتھر و چونے کا بنا ہے۔ جو ہتیا پول اور کبوتر خانے کے قریب واقع ہے۔ بیچ میں ایک کمرہ 33فیٹ × 15 فیٹ ہے۔ جس میں 3۔3 دروازے مشرق و مغرب کی جانب اور ایک ایک دروازہ شمال و جنوب کی جانب لگا ہے۔ چھت لداؤ کی ہے جس میں چونے کی استر کاری ہے۔ اس کمرے کے مشرق و مغرب میں ایک ایک کمرہ جنوب میں تین در کا بر آمدہ اور گوشہ شمال و مشرق اور شمال و مغرب میں ایک ایک کوٹھری بنی ہے۔ جس میں ایک دو منزلہ ہے۔ کوٹھریوں میں گزشتہ نقش و نگار کا کچھ نمونہ باقی ہے۔ چاروں طرف گیلری نما راستہ بنا ہے۔ یہ استثنا بجانب جنوب ہر طرف چھجہ لگا ہے جس پر کٹھرے کے نشان موجود ہیں۔ منتخب التواریخ سے واضح ہے کہ جب 982ھ بمطابق 1574ء میں مرزا سلیمان حاکم بدخشاں فتحپور میں آئے تو اسی برج میں ٹھہرائے گئے تھے، یہیں نقار خانہ تھا جس پر نوبت بجا کرتی تھی۔ اس کے مغربی جانب کسی منہدمہ عمارت کے نشان دور تک چلے گئے ہیں۔



داروغہ کا مکان

سنگین برج کے قریب مغرب کی جانب اور کارواں سرائے کے جنوبی جانب پہاڑ کے اوپر یہ مکان واقع ہے جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ یہ داروغہ اصطبل و مہتمم کارواں سرائے کے رہنے کے واسطے بنایا گیا تھا۔ اس میں ایک کمرہ شرقاً غرباً، 30فیٹ 5انچ X17 فیٹ اور دوسرا کمرہ اُس کے مغربی جانب شمالاً جنوباً 21 فیٹ 3 انچ X16 فیٹ 10 انچ، اور مشرق میں ایک کوٹھری اور آگے 5 در کا برآمدہ 50فیٹ ×18 فیٹ بنا ہے۔ مغربی کمرے کی دیوار گر گئی ہے۔ بعض بعض مقامات کے نقش و نگار اصلی حالت میں اب تک موجود ہیں جن سے اس مکان کی گزشتہ خوبصورتی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ چھت کے اوپر بھی کچھ عمارت کے آثار پائے جاتے ہیں۔



داروغہ کا مکان کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی ، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



مثمن برج

یہ سنگین برج ہتیا پول کے قریب واقع ہے۔ اس میں چاروں طرف ۱۱ دروازے ہیں۔
یہ دراصل اس زنانہ راستہ کا ایک درمیانی برج تھا جو جودھ بائی کے محل سے حرم مینار تک گیا تھا۔
اس راستہ کا حال محل جودھ بائی کے بیان میں تحریر ہو چکا ہے۔

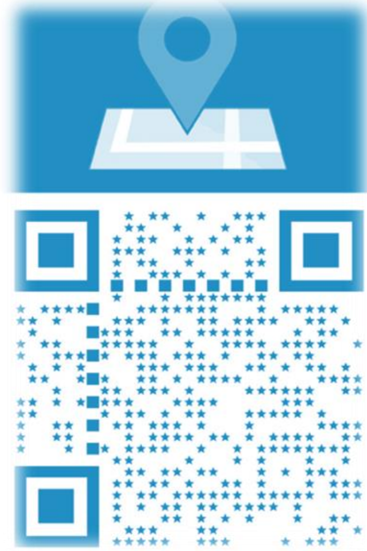
ہاتھی پول یا ہتیا پول

یہ محلات شاہی کا مشہور عالیشان دروازہ ہے جو محلات کے مغربی جانب شمالی گوشے میں واقع ہے۔ اس کے نیچے کا حصہ شمالاً جنوباً 40فیٹ اور شرقاً غرباً 15 فیٹ ہے۔ مشرقی اور مغربی گوشوں میں تین دریاں اور اُن کے اندر ایک ایک کوٹھری بنی ہے۔ اِن تین دریوں کا رقبہ 17 فیٹ10 انچX10 فیٹ ۳انچ ہے۔

دروازہ کی چھت لداؤ کی گنبد نما کمر کی ساخت کی ہے جس کے درمیان میں ایک خوبصورت سنگین پھول دس پتیوں کا مزین ہے ۔ پھاٹک کے آگے دونوں جانب12 فیٹ کی بلندی پر2 سنگین ہاتھی چبوتروں پر بنے ہوئے ہیں۔

جو پتھر کے کئی ٹکڑوں سے بنائے گئے ہیں۔ ان ہاتھیوں کی لمبائی 12فیٹ8 انچ ہے اور تخمیناً12 فیٹ بلند ہیں۔ دونوں ہاتھیوں کی سونڈیں ملا کر محراب بنائی گئی تھی جو اب قائم نہیں رہی۔ چھت کے اوپر ایک مستطیل کمرہ49فیٹ 2 انچ × 9فیٹ 10 انچ بنا ہے جس کے جنوبی جانب24فیٹ،10 انچ چوڑا صحن ہے۔

کمرے میں سات دروازے اور ایک کھڑ کی جنوب کی جانب اور 6 مورچے شمالی دیوار میں بنے ہیں۔ دروازہ کے اندر یعنی جنوبی جانب چوک ہے جس میں دالان بنے تھے۔ ان میں کچھ گر گئے۔ کچھ باقی ہیں۔



ہتیا پول دروازہ کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے ، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی ، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

بابِ چہارم: عمارات جانب شمال

ترتیب و تسہیل

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

باب چہارم

عمارات جانب شمال

پہاڑ کے نیچے کی شمالی جانب کی عمارتیں

بارہ دری متصل آبادی موضع سیکری

یہ سنگین بارہ دری موضع سیکری کی آبادی کے جنوبی جانب پہاڑ کے نیچے واقع ہے۔اس کی نسبت کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کس کی تعمیر کردہ ہے۔اس میں ایک کمرہ24 فیٹ 3 انچ17X فیٹ5 انچ ہے۔ جس میں تین دروازے شمالی جانب اور ایک ایک مشرق و مغرب میں ہے۔ چھت سنگین لداؤ کی تھی جو گر گئی۔اب بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے۔اندر بہت سے طاق اور الماریاں بنی ہوئی ہیں۔کمرے کے آگے تینوں جانب بر آمدہ تھا جس میں مغربی بر آمدہ گر گیا۔ شمالی بر آمدہ54فیٹ11x فیٹ2 انچ ہے۔اس میں چھ در ہیں۔ مشرقی بر آمدہ تین در کا ہے جو 23فیٹ 11x فیٹ2 انچ ہے۔دونوں بر آمدوں کی چھت پتھر کی پیٹیوں سے پٹی ہے۔عمارت کے گرد سرکار کی جانب سے اب تار لگ گئے ہیں اور کچھ مرمت بھی کی گئی ہے۔

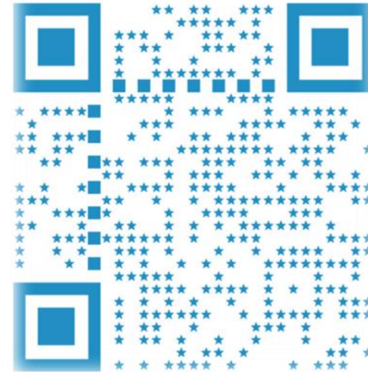
کارخانۂ آب رسانی (شمالی)

فتحپور کے تمام شاہی محلات اور کارخانہ جات کے مکانات پہاڑ کے اوپر تعمیر کئے گئے ہیں جہاں پانی کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا اور آب کشوں کے ذریعہ سے اس قدر بلندی پر افراط کے ساتھ پانی پہنچانا نہ صرف دقت طلب بلکہ نا ممکن تھا، لہذا اس زمانہ کے با کمال انجینیروں نے نہایت دانشمندی اور صناعی سے پہاڑ کے نیچے شمالی اور جنوبی جانب دو کارخانے آب رسانی کے قائم کر کے پہاڑ پر پانی پہنچایا اور وہاں سے بے شمار پختہ نالیوں، حوضوں، نلوں، تالابوں کے ذریعہ سے تمام شاہی مکانات باغات اور حماموں کے اندر پہنچا دیا۔

یہ شمالی کارخانہ ہتیا پول کے قریب واقع ہے۔ سب سے پہلے ایک وسیع عمارت باؤلی کی ہے جو باؤلی کے چاروں طرف بنی ہے۔ باؤلی میں اترنے کے واسطے سیڑھیاں موجود ہیں۔ اوپر چار توڑے لگے ہیں جن کے اوپر چرخ کا پتھر رکھا گیا تھا۔ یہ توڑے بہت بڑے بڑے ہیں جو پتھر کے چھ چھ ٹکڑوں سے مرکب ہیں۔ باؤلی کے درمیانی حصہ میں جو عمارت ہے اس میں شمال و جنوب کی طرف ایک ایک ہشت پہل کمرہ بنا ہے جس کا قطر ۷ ۲ فیٹ او ہر کونہ ۸، فیٹ ہے۔ اسی طرح کے کمرے حوض نمبر 1 و 2 کے ارد گرد بھی بنے ہیں۔ ان کمروں میں نیچے اوپر دو دو پتھر کی شہتیر نما پٹیاں نصب کی گئی ہیں جن کے درمیان میں سوراخ ہے۔ اب یہ کسی کمرہ میں باقی رہ گئی ہے اور کسی میں موجود نہیں رہیں۔ ہر کمرہ میں انہیں نیچے اوپر کی پٹیوں کے سوراخوں کے درمیان میں کوئی خاص کل یا کسی قسم کے چرخ دار پہیئے جن کا سمجھنا ہماری عقل سے باہر ہے ایسے لگائے گئے تھے جو پانی کو بذریعہ پینپ کے باؤلی کے اندر سے کھینچ کر اوپر پہنچا دیتے تھے۔ باؤلی کا قطر ساڑھے 22 فیٹ اور گہرائی موجودہ حالت میں کہ ملبہ سے پٹی پڑی ہے 44 فیٹ ہے۔ باؤلی

سے مغرب کی جانب 61فیٹ کے فاصلے پر ایک حوض بنایا ہے جس کے اوپر کنوئیں کا ساگولہ قائم کر کے اوپر سے کنوئیں کی شکل کا بنا دیا ہے۔ درمیان میں دورویہ آٹھ آٹھ سنگین ستون نصب کر کے اُن کی چھت پر پختہ نالی بنائی ہے۔ باؤلی سے پانی نکل کر اس نالی میں ہوتا ہوا پہلے حوض میں جمع ہوتا تھا۔ پھر اسی طرح اس حوض سے دوسرے حوض اور دوسرے سے تیسرے اور تیسرے سے چوتھے حوض میں پہنچ کر 163فیٹ بلندی پر پہنچتا اور پھر مختلف نل اور نالیوں کے ذریعہ سے تمام شاہی محلات میں پہنچ جاتا تھا۔





کارخانہ آب رسانی شمالی کے Location کا **QR Code** اس کو اپنے موبائل سے **Scan** کیجیے، آپ کے موبائل پر **Location** کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔




आगरा के 283 औलियाए किराम
WhatsApp group
Scan this QR code using the WhatsApp camera to join this group

گیروانل

کارواں سرائے اور سنگین برج کے درمیان پہاڑ کے نیچے ایک بڑا انل بنا ہوا ہے جو گیروانل کے نام سے موسوم ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے نیچے گیرو کی کان ہے۔ اس کا راستہ مغرب کی جانب ہے۔



کارواں سرائے

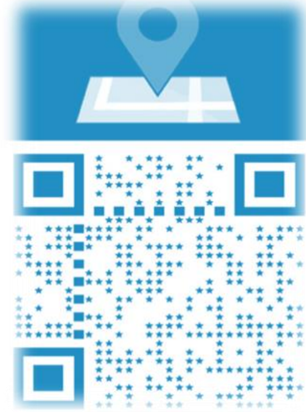
ہتیاپول کے قریب کارواں سرائے کی وسیع عمارت ہے جس کا رقبہ باہر سے X3257 325 فیٹ ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر چار برج اور چار دیواری کے اوپر کنگورے بنے ہیں۔ شمالی جانب شاندار پھاٹک ہے۔ تین جانب یک منزلہ اور جنوبی جانب تین منزلہ عمارت تھی۔ دو منزلیں اب تک موجود اور تیسری منزل کی صرف نمود باقی ہے۔ چاروں طرف کوٹھریاں اور اُن کے آگے برآمدے ہیں۔ چاروں کونوں پر مربع شکل کے چار مکان بنے ہیں جن کے چاروں طرف تین دریان اور درمیان میں چھوٹا سا صحن چھوٹا ہوا ہے۔ چاروں طرف کی عمارت کے درمیان میں وسیع صحن ہے جس میں ایک پختہ کنواں بنا ہے۔ تمام عمارت پر چونے کی استر کاری ہے اور باقی ماندہ نقش و نگار سے جو کہیں کہیں باقی رہ گئے ہیں، پتہ چلتا ہے کہ تمام عمارت پر مختلف رنگوں سے نہایت خوبصورت گل کاری کی گئی تھی۔ اس کی اندرونی عمارت بہت منہدم ہو گئی ہے۔

اس کارواں سرائے میں اطراف عالم کے سوداگر انواع واقسام کے بیش بہاسامان اور نفیس نفیس اشیاء اور عمدہ عمدہ ہاتھی، گھوڑے بیچنے کے لیے لاتے تھے۔ سب سے نیچے کے درجے میں ہاتھی گھوڑوں کے سوداگر اور عام سیاح اور مسافر ٹھہرائے جاتے تھے، دوسری منزل میں قیمتی اشیاء کے سوداگر رہتے تھے۔ اور سب سے اوپر کی منزل جواہرات کے سوداگروں کے واسطے مخصوص اور جوہری خانہ کے نام سے موسوم تھی۔ رات کے وقت دروازہ بند ہو جاتا تھا۔ اور حفاظت کا انتظام شاہی جانب سے کیا جاتا تھا۔ چنانچہ تیسری منزل سے ملا ہوا پہاڑ کے اوپر مہتمم کارواں سرائے کا مکان تھا جو اب داروغہ کا مکان کہلاتا ہے۔

اسی کارواں سرائے میں جس دن ایران کا مشہور سوداگر ملک مسعود آکر ٹھہرا تھا۔ اور اُس کے قافلہ کے ساتھ ایک مصیبت زدہ مگر شریف والدین اپنی نو مولود لڑکی کے ساتھ ٹھہرے تھے۔ کون خیال کر سکتا تھا کہ یہ ہی گمنام بچی چند ہی مدت میں ہندوستان کی سلطنت کی مالک بن کر تاریخی دنیا میں عالمگیر شہرت حاصل کرے گی۔ ہمارے تاریخ داں ناظرین تو سمجھ ہی گئے ہوں گے۔ بقیہ ناظرین کو ہم بتائے دیتے ہیں کہ یہ لڑکی مرزا غیاث (اعتماد الدولہ) کی بیٹی مہر النسا تھی جو جہانگیری زمانے میں مہر النساء سے اول نور محل اور اُس کے بعد نور جہاں ہو کر کل سلطنت کی ایسی مالک ہو گئی کہ سکہ پر ضرب، تمام فرمانوں پر مہر اُسی کی ہونے لگی۔ جس دن یہ قافلہ فتحپور میں وارد ہوا اُس کے دوسرے دن ملک مسعود دربار اکبری میں حاضر ہوا۔ اور ایران کے تحائف پیش کرنے کے بعد مرزا غیاث اور اُس کے بڑے بیٹے ابو الحسن (آصف خان ممتاز محل کا باپ) کو پیش کر کے عرض کیا کہ حضور کے واسطے دو جاندار جواہر بھی لایا ہوں۔ اگر یہ تربیت کئے جائیں تو بے مثل اور لاجواب ہوں گے۔ کمال کے جوہری نے قیافہ کی کسوٹی سے ان کی لیاقت کا حال معلوم کر کے ملازمت شاہی میں منسلک کیا۔ آگے کا حال سب کو معلوم ہے کہ ان کے کمال نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

کارواں سرائے کے مشرق کی جانب ایک وسیع قطعہ اراضی میں مسافروں اور سوداگروں کی تفریح کے واسطے ایک باغ لگایا گیا تھا۔ جس میں ایک بارہ دری اور ایک حمام شکستہ حالت میں اب بھی موجود ہے۔

مغربی دیوار سے ملا ہوا ایک دوسرا احاطہ تھا جس کی اب صرف جنوبی دیوار باقی ہے۔ اس کے بیچ میں ایک قناتی مسجد بنی ہوئی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں بازار تھا۔ بعض باغ بیان کرتے ہیں۔



کارواں سرائے کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



حرم مینار (ہرن مینار)

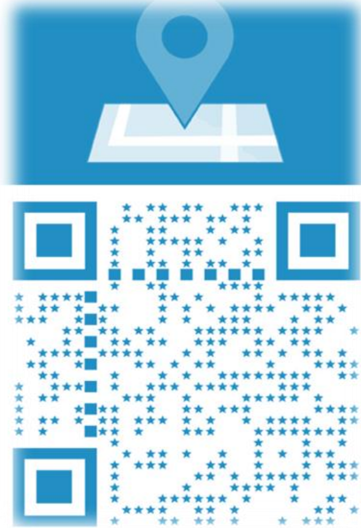
ہتیا پول کے سامنے اور کارواں سرائے کے قریب یہ مینار واقع ہے جو عام طور سے ہرن مینار کے نام سے مشہور ہے۔ چونکہ محلات سے اس مینار تک ایک پردہ دار زنانہ راستہ بنا ہوا تھا اور بیگمات اور شہزادیاں تفریح کے واسطے یہاں تک آیا کرتی تھیں۔ اس وجہ سے یہ حرم مینار کے نام سے مشہور ہو گیا جسے عوام نے اب ہرن مینار بنا دیا ہے۔ اس کی نسبت بہت سی روایتیں مشہور ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اکبر بادشاہ کے خاصہ کا کوئی پیارا ہاتھی مر گیا تھا۔ اکبر کو اس سے بہت محبت تھی اُس نے اِس مقام پر اُسے دفن کرا کر اس کی یادگار میں یہ مینار تعمیر کرایا تھا۔ اور اسی وجہ سے مینار میں نیچے سے اوپر تک پتھر کے ہاتھی دانت بنا کر نصب کئے گئے ہیں۔

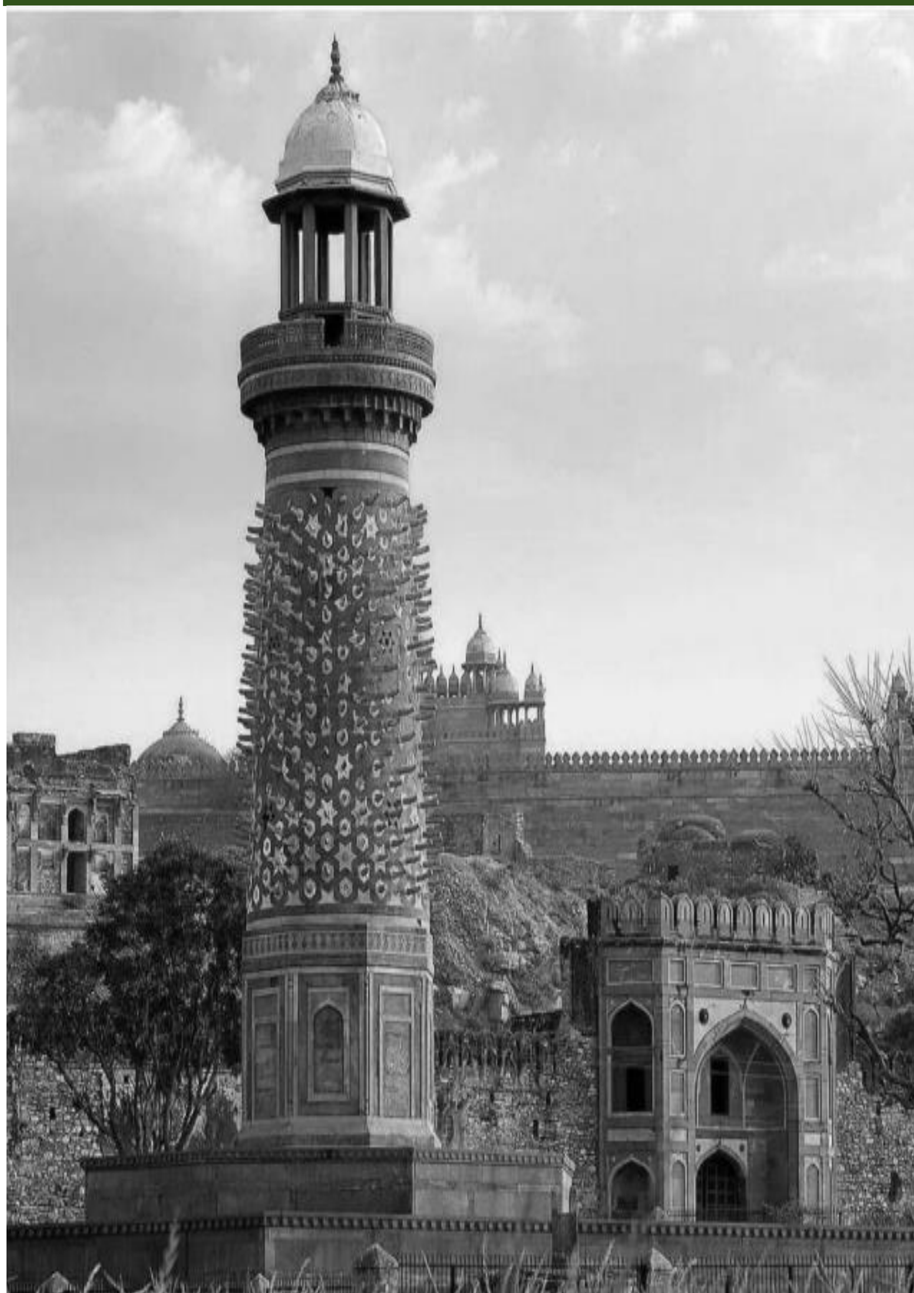
ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے کہ چوگاں کے میدان میں ایک مینار بنا ہوا ہے جس کے اوپر جہاں پناہ بیٹھ کر ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھا کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قریب ہاتھیوں کی لڑائی ہوا کرتی تھی۔

پہلے ایک سنگین چبوترہ ہے جو پونے ۷۳ فیٹ × پونے ۷۳ فیٹ بنا ہے جو زمین سے ۹ فیٹ بلند ہے۔ اس کے بیچ میں دوسرا خوبصورت ہشت پہلے چبوترہ بنا ہے، جس کا ہر کونہ سوا ۱۶ فیٹ اور بلندی 3 فیٹ 10 انچ ہے۔ اس ہشت پہل چبوترہ کے درمیان میں مینار بنا ہوا ہے۔ مینار کے نیچے کا حصہ ہشت پہل ہے، جس کا ہر کونہ 6 فیٹ 5 انچ اور بلندی 13 فیٹ ہے۔ ہر پہل میں محراب دار دروازوں کے نشان اور ایک پہل میں مینار پر چڑھنے کے واسطے زینہ بنا ہوا ہے۔ چار دروازوں کے نشان میں نہایت باریک جالیاں بنائی ہیں اور چار سادہ ہیں، نیچے سے اوپر تک پتھر کے ہاتھی دانت مزین ہیں اور نہایت نفیس نقش و نگار بنے ہوئے ہیں اندر چکر دار زینہ ہے جس

کی چار منزلوں میں 53 سیڑھیاں طے کر کے مینار کے اوپر پہنچتے ہیں۔ اس کے بعد تین سیڑھیاں چڑھ کر مینار کی گنبد دار برجی پر قدم رکھتے ہیں، برجی کا چبوترہ ہشت پہل ہے جس کے ہر پہل میں ایک پتھر کے اندر چار چھوٹے اور ایک بڑا طاق ترشا ہوا ہے، شہ نشین کے گرد کٹہرہ لگا تھا جو باقی نہیں رہا صرف نشان موجود ہے۔ مینار کی اونچائی اوپر کے چبوترے سے ۵۰ + ۷ = ۵۷ فیٹ ہے جس میں اگر دونوں چبوتروں کی بلندی 9 + 13 = 22 فیٹ اور شامل کر دی جائے تو کل بلندی 79 فیٹ ہو جاتی ہے۔ چبوترے کے چاروں کونوں پر چھوٹے چھوٹے حوض اور شمالی جانب ایک مختصر کنواں بنا ہے۔

حرم مینار کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔





میدانِ چوگان

اکبر بادشاہ کے جہاں اور ہزاروں شوق تھے وہاں چوگاں بازی کا بھی بہت شوق تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ کھیلتے کھلتے شام ہو گئی اور بازی تمام نہ ہوئی۔ اندھیرا ہو گیا، مجبوراً کھیل بند کرنا پڑتا تھا۔ اس لیے 974ھ بمطابق 1566ء میں گوئے آتشیں ایجاد کی گئی کہ اندھیرے میں شعلہ کی طرح جلتی معلوم ہوتی تھی۔ وہ ایک قسم کی لکڑی کی تراشی تھی۔ اوپر کچھ دوائیں مل دی جاتی تھیں۔ جب ایک مرتبہ اسے آگ دے دیتے تھے تو چوگاں کی چوٹ اور زمین پر لڑھکنے سے نہ بجھتی تھی۔ جب فتحپور میں قیام ہوا تو ایک وسیع ہموار میدان چوگان کے واسطے مرتب کرایا۔ چاروں طرف چار دیواری اور گوشوں پر برج بنائے گئے۔ جس میں مغربی دیوار کا کچھ حصہ اور گوشۂ شمال و مغرب کا شکستہ برج اب تک موجود ہے۔ اس میدان کی وسعت کا اس امر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب 987ھ بمطابق 1579ء میں جمعہ کے دن ممالک محروسہ کے تمام علماء اور مشائخ انعام تقسیم کرنے کی غرض سے فتح پور میں جمع کیے گئے تو اس کے واسطے یہی مقام تجویز کیا گیا۔ جس وقت انعام تقسیم ہونا شروع ہوا تو ایک لاکھ مرد عورت کا مجمع تھا۔ اب اس مقام پر زراعت ہوتی ہے لیکن یہاں کے سب کھیت چوگان والے کھیت کے نام سے موسوم ہیں۔

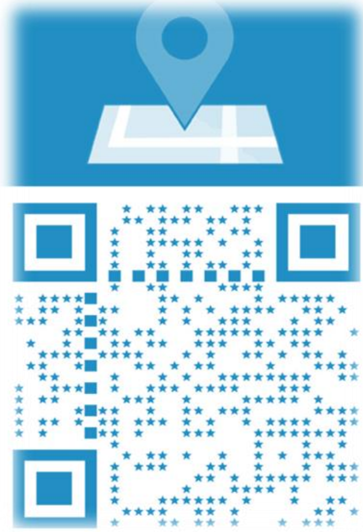
991ھ بمطابق 1583ء میں اسی میدان میں چوگاں بازی ہو رہی تھی۔ راجہ بیر بل کو گھوڑے نے پھینک دیا جس سے سخت صدمہ پہنچا۔ اکبر پاس آئے۔ بڑی محبت سے سر سہلایا اور اٹھوا کر گھر بھجوا دیا۔ اسی سال چوگاں کے میدان میں بادشاہ ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ دل چاچر نام ایک ہاتھی سر شوری اور بد مزاجی میں مشہور تھا یکایک دو پیادوں پر دوڑ پڑا۔ وہ

بھاگے ہاتھی ان کے پیچھے دوڑا۔ سامنے کہیں سے بیربل آ گئے، ہاتھی پیادوں کو چھوڑ کر ان پر جھپٹا، اکبر نے دور سے دیکھ لیا تھا، فوراً گھوڑا مار کر خود بیچ میں آ گئے۔ ہاتھی چند قدم بادشاہ کے پیچھے آ کر تھم گیا۔ اقبال اس کا نام ہے۔

ایک مرتبہ جہانگیر نے سموگر کی شکار گاہ سے 641 ہرن زندہ گرفتار کئے منجملہ ان کے 488 ہرن اسی چوگاں کے احاطہ میں چھوڑے جانے کے واسطے فتح پور روانہ کئے۔ ان میں 84 ہرنوں کی ناک میں چاندی کی نتھنیاں پہنائی گئی تھیں۔(توزک جہانگیری صفحہ 99)

14 سنہ جلوس میں جبکہ جہانگیر فتح پور میں مقیم تھا۔ ایک دن روپ بانس کی شاہی شکار گاہ میں قمرغہ (جانوروں کو چاروں طرف سے گھیر کر شکار کرنے کا طریقہ) کے شکار کا انتظام تھا۔ دور دور تک کے ہرن سراپردوں میں گھرے ہوئے تھے۔ نہ معلوم بادشاہ کا کیا خیال پلٹا کہ شکار سے توبہ کر کے عہد کر لیا کہ آج سے کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں ستاؤں گا۔ اسی وقت رائے مان کو جو پیادوں کا سردار تھا حکم دیا کہ یہاں سے فتح پور کی چوگاں تک (اب ساڑھے ۴ کوس کا فاصلہ ہے) دورویہ سراپردے کھڑے کرا کر ان تمام ہرنوں کو وہاں پہنچا دو تاکہ ان کے دیکھنے سے شکار کا ذوق بھی حاصل ہو اور ہرنوں کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے۔ فوراً حکم کی تعمیل ہو گئی اور 1500 ہرن چوگاں کے میدان میں بھرنے لگے۔(توزک جہانگیری صفحہ 268)

یہ مقام حرم مینار اور کارواں سرائے سے ملا ہوا ہے۔



میدان چوگان کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے ، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی ، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔

حرم مینار اور کارواں سرائے سے ملا ہوا کھیت میدانِ چوگان ہے۔



میواتیوں کی مسجد

سیکری کی آبادی کے اندر میواتیوں کے محلہ میں یہ تین در کی مسجد واقع ہے۔ اس کا رقبہ اندر سے 20فیٹ 8انچ ×10فیٹ 8انچ ہے۔ چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں لال پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ ستون نہایت خوبصورت اور منقش ہیں۔ اندرونی محراب جہاں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے بہت خوبصورت ہے جس کے درمیان میں ایک نفیس کٹاؤ کا پھول کنگوروں کے درمیان میں بنا ہوا ہے جو خاص طور سے قابل دید ہے۔ روشنی کے واسطے سنگین ڈیوٹ دیواروں میں نسب ہیں۔ نقش و نگار اپنے طرز میں بے نظیر اور اس قدیم طرز کے ہیں جو مغلیہ زمانہ سے پہلے رائج تھا۔ صحن کا فرش بالکل اکھڑ گیا۔ اندر کا کچھ اکھڑ گیا کچھ باقی ہے۔ مسجد سے ملا ہوا مغربی جانب سنگین بازار تھا۔ جس کی کچھ دکانیں موجود ہیں۔



مسجد مست علی

سیکری میں لال دروازے کے قریب راستہ کے شمالی جانب یہ چھوٹی سی لال پتھر کی مسجد واقع تھی جو اب بہت شکستہ حالت میں ہے۔ اور قریب قریب بالکل منہدم ہو چکی ہے۔ اس کے دروازے کی بیرونی پیشانی پر کتبہ کا پتھر لگا تھا جو آدھا ٹوٹ کر نیچے گر گیا ہے اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

"شدہ است مسجد فقیر مست علی بہ مریدان شاہ محبت گیلانی در عہد بادشاہ جم جاہ اورنگ زیب سلطان عالمگیر غازی خلد اللہ ملکہ واقع تاریخ بیست و ہفتم شہر محرم الحرام سنہ پنجاہ 1111ھ بمطابق 1699ء"

مغربی دیوار پر درمیانی محراب میں یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

روز محشر کی جاں گداز بود
اولیں پرسش از نماز بود

اور جنوبی محراب میں نہایت خوش خط طغرے میں اللہ، محمد، ابو بکر، عمر، عثمان، علی لکھا ہوا ہے۔

مسجد فتح محمد

اسی مسجد کے سامنے جنوبی جانب ایک دوسری سنگین مسجد ہے جس کا رقبہ 14 فیٹ × سوا 9 فیٹ ہے۔ اس میں تین در ہیں چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ آگے 19 فیٹ چوڑا سنگین فرش کا صحن ہے۔ اس کی چار دیواری بھی قائم ہے۔ دروازہ کی بیرونی پیشانی پر "یا اللہ" اور "یا کریم" کے درمیان میں "شد مسجد فتح محمد در عہد بادشاہ عالمگیر بتاریخ ہشتم شہر شعبان 49 سنہ (جلوس)" لکھا ہوا ہے۔ دونوں مسجدوں کے ارد گرد کاچھی لوگ آباد ہیں۔ صرف ایک گھر مسلمان فقیر کا ہے۔

جامع مسجد نگر

یہ مسجد "نگر" کی آبادی کے اندر واقع ہے۔ اور جامع مسجد، قاضی کی مسجد، باون کھمی مسجد، ان تینوں ناموں سے موسوم ہے۔

موجودہ عمارت کا رقبہ 95فیٹ 9انچ × 21فیٹ 7 انچ ہے۔ اور اُس میں کُل 33 ستون ہیں۔ جو اا کی ترتیب سے اِس طرح نصب ہیں کہ مسجد تین درجوں میں منقسم ہو گئی ہے یہ ستون 10 فیٹ کے قریب بلند ہیں۔ چھت پتھر کی پیٹیوں سے پٹی ہے۔ آگے 43فیٹ 8انچ چوڑا صحن ہے جس کے شمال میں دروازہ ہے۔ اندرونی محراب کے اندر کلمہ طیبہ اور اطراف میں یہ آیہ کریمہ لکھی ہوئی ہے، اوپر کے کچھ حروف خراب ہو گئے ہیں۔ پارہ 10، سورۃ توبہ کی آیت نمبر 18۔19۔20۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓىٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (۱۸)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم رکھتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔

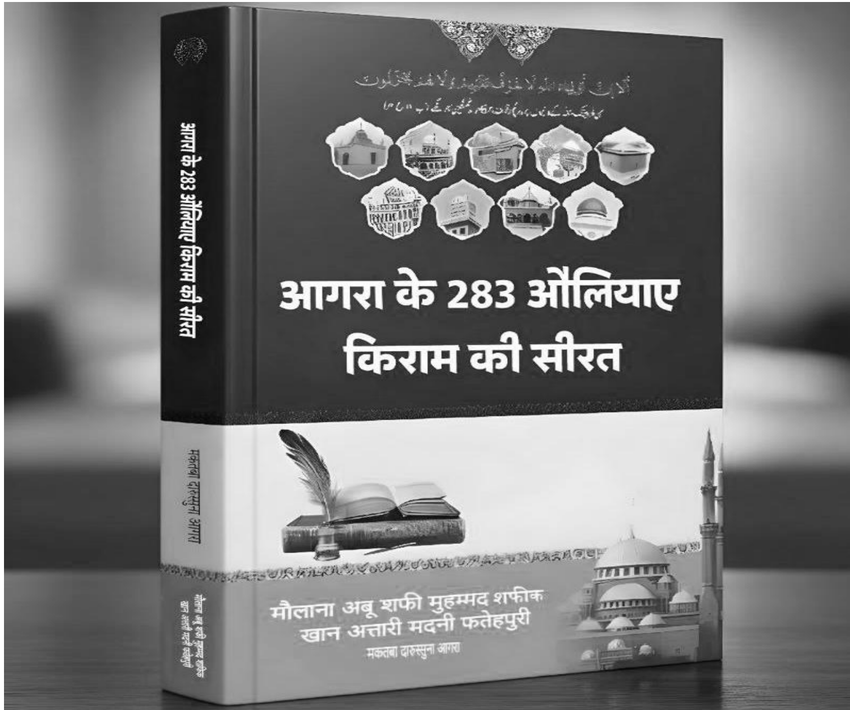
اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۹)

ترجمہ کنزالایمان: تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرالی جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ

ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ-اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ-وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ(۲۰)

ترجمہ کنز الایمان: وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال جان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے۔



قاضی کی حویلی اور زنانی مسجد

جامع مسجد کے دروازے کے سامنے مشرق کی جانب ایک عالی شان حویلی ہے جو قاضی کی حویلی کہلاتی ہے۔ یہ قاضی برہان شاہ کی حویلی تھی جو اسلامی لشکر کے ساتھ یہاں تشریف لائے تھے۔

پرانے آثار میں ایک سنگین تین دری کچھ کوٹھریاں اور ایک تین در کی چھوٹی سی زنانی مسجد جو بیبیوں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے باقی ہے۔ اس مسجد کی لمبائی 18 فیٹ 4 انچ اور چوڑائی 10 فیٹ 9 انچ ہے۔ مگر افسوس کہ آپ اس خانۂ خدا میں بیل باندھے جاتے ہیں۔ ایک ضعیف العمر شخص نے حویلی کے اندر ایک مقام بتلایا کہ اس جگہ نظر باغ تھا۔ جس کے نل اور فوارے خود اُس نے دیکھے تھے۔ باغ کا کنواں اب پٹا پڑا ہے۔ ایک چھوٹا سا سنگین حوض 2 فیٹ 8 انچ لمبائی چوڑائی کا رکھا ہوا ہے جو ایک پتھر میں ترشا ہوا اور ایک فیٹ 7 انچ گہرا ہے۔ اس میں جھرنے کے نشان موجود ہیں۔ اسی طرح کے کئی حوض یہاں تھے جس کی نسبت اس شخص نے بیان کیا کہ لوگ اُٹھا کر لے گئے۔ منجملہ اُن کے ایک بڑا حوض گاؤں کے کسی کنوئیں پر رکھا ہوا ہے۔ حویلی کے مختلف مقامات پر بہت سے منقش اور سادہ ستون پتھر توڑے وغیرہ پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مقبرہ مخدوم صاحب

نگر کی آبادی کے باہر بھرت پور کی سڑک پر اور دہلی دروازے سے ٹھیک شمال کی جانب ایک مقبرہ واقع ہے جو مخدوم صاحب کے مقبرہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے چاروں طرف سیکری کی پہلی آبادی کے کھنڈر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ دراصل مخدوم سیخ تاج الدین قدس سرہ کی خانقاہ تھی جو آبادی کے بیچ میں واقع تھی۔ اب یہ قبرستان ہے، درمیان میں شیخ کا سنگین روضہ بنا ہوا ہے جس کی جالیاں لال پتھر کی اور گنبد گچ کا ہے۔ طرز عمارت بتارہا ہے کہ مغلیہ زمانے سے بہت پہلے کا بنا ہوا ہے۔ خانقاہ کی چار دیواری اور ارد گرد کے دالان اور حجرے شکستگی کے نذر ہو چکے ہیں۔ صرف کہیں کہیں کی نمود باقی رہ گئی ہے۔ روضہ مربع شکل کا ہے جس کا ہر کونہ 14 فیٹ 8 انچ ہے۔

شمال و جنوب اور مشرق میں تین تین در ہیں جو سنگین جالیوں سے بند ہیں۔ صرف جنوب کا درمیانی در کھلا ہوا ہے، گنبد کے نیچے دو مزار ہیں جن کے سنگین تعویذ پرانی وضع کے ہیں۔ مغربی تعویذ پر کلمۂ طیبہ اور اللہ اور مشرقی تعویذ پر صرف اللہ لکھا ہوا ہے۔ مغربی مزار مخدوم صاحب کا بتایا جاتا ہے۔ مشرقی مزار کی نسبت کچھ حال نہیں معلوم ہو سکا۔ سیکری اور قرب وجوار کے لوگوں سے مخدوم صاحب کے حالات دریافت کئے تو جوشِ اعتقادی کی بہت سی روایتیں معلوم ہوئیں۔ لیکن سوائے نام کے کہ وہ بھی بہت مشکل سے معلوم ہو سکا اور کچھ حال نہ کھلا۔ اس کے بعد بہت سی کتابیں دیکھیں، جواہر فریدی سے صرف اتنا پتہ چلا کہ آپ کا انتقال 29 جمادی الثانی 721ھ بمطابق 1321ء کو ہوا۔ جو ناسر الدین خسرو خاں کا زمانہ تھا۔

خانقاہ کے مغربی جانب ایک وسیع مسجد تھی جو منہدم ہوگئی۔ مگر خوش قسمتی سے اُس کے کتبہ کا ایک ٹکڑا اب تک موجود ہے اُس کے اکثر حروف پڑھنے میں نہیں آتے لیکن مسجد اور تاریخ صاف پڑھ لی گئی۔ وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔۔۔ مسجد۔۔۔۔ سنہ اربع عشر و سبع مایۃ۔۔۔ الخامس والعشرین الرمضان

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر 25 رمضان 714ھ بمطابق 1314ء کو ختم ہوئی۔ یعنی مخدوم صاحب کی وفات سے سات آٹھ برس پہلے سلطان علاؤالدین خلجی کے زمانے میں یہ مسجد تعمیر ہوئی تھی۔

روضہ کے اردگرد بہت سی قبریں ہیں جن کے سنگین اور خوبصورت تعویذ صاف بتا رہے ہیں کہ ہم ذی مرتبہ بزرگوں کے آرام گاہ ہیں، مگر کتبہ سے اکثر خالی ہیں اور جن پر کتبہ ہے بھی اُن پر بھی کلمۂ طیبہ، اللہ اکبر، لا تقنطوا من رحمۃ اللہ، آیتہ الکرسی وغیرہ لکھی ہوئی ہے۔ نام ونشان کا کچھ پتہ نہیں۔ نہایت شوق وذوق سے ایک ایک قبر کو دیکھا تو تین گمناموں کا نام ملا۔ منجملہ ان کے گنبد کے گوشۂ شمال و مغرب میں ایک طرز کے برابر برابر چار تعویذ زمین دوز ہیں ان میں ایک پر کلمہ طیبہ کے نیچے یہ عبارت عربی خط میں لکھی ہوئی ہے:

"وفات یافتہ شیخ نجم الدین اعلیٰ فی شہر رمضان بتاریخ نوزدہم سنہ سبعہ خمسین تسع مایۃ (19 رمضان 957ھ بمطابق 1550ء)

گوشۂ جنوب و مشرق میں چار دیواری کے قریب دو تعویذوں پر کلمۂ طبیب کے نیچے یہ عبارت لکھی ہے:

حاجی بیگم کوچ شیخ عزیز الرحمن بتاریخ 18 شہر ربیع الآخر 1011ھ بمطابق 1602ء۔

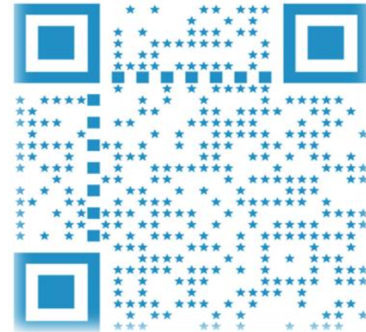
دوسرے پر:

"حاجی شیخ عزیز الرحمن ابن شیخ عبد الرحمن واعظ"

یہ شیخ عبد الرحمن اسی سیکری کے رہنے والے اور سلطان سکندر لودی کے مقربانِ خاص میں سے تھے، ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہتے تھے۔

اس مقبرہ کے سامنے بھرت پور کی سڑک کی شمالی پٹری پر ایک چھوٹا سا گنبد بنا ہے جس کے اندر ایک قبر ہے اور اُسی کے برابر ایک بچے کی قبر ہے جس کا تعویذ منقش اور بہت خوبصورت ہے اور اُس پر آیۃ الکرسی لکھی ہوئی ہے۔ گنبد گچ کا ہے اور اُس کے نیچے جو پتھر لگے ہیں اُن پر چاروں طرف یا اللہ یا فتاح لکھا ہوا ہے۔ قرب وجوار میں موسی گنبد تک بہت سی قبریں ہیں۔





مقبرہ مخدوم صاحب کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔

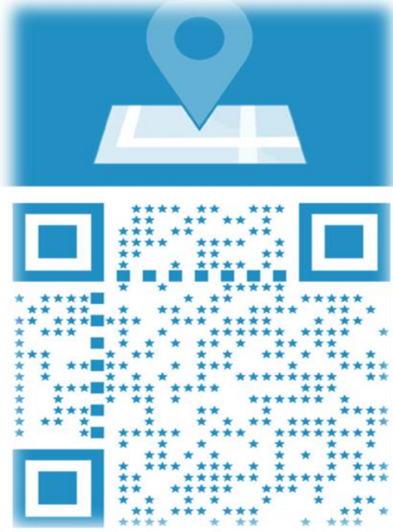
موسیٰ گنبد

شیخ موسی شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی اور نواب ابراہیم خان کے باپ تھے۔ آپ کا مقبرہ سیکری میں تیرہ موریوں کے پاس بھرت پور کی سڑک پر واقع ہے اور موسی گنبد کے نام سے موسوم ہے اور فتحپور سے دکھائی دیتا ہے۔ اسے اکبر کے زمانے میں آپ کے صاحبزادے نواب ابراہیم خاں نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کے قرب وجوار کے نشانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سابق میں اِس کے گرد چار دیواری تھی اور اُس کے اندر کچھ اور عمارت بھی تھی جو منہدم ہوگئی۔ اب مقبرہ کا صرف درمیانی سنگین گنبد باقی ہے جو 3 فیٹ بلند چبوترہ پر بنا ہوا ہے۔

بیرونی جانب چاروں طرف ایک ایک محراب دار در درمیان میں اور اُس کے دونوں جانب نیچے اوپر دو دو محراب دار دروں کے نشان بنے ہیں۔ درمیانی دروں کے دونوں بالائی سروں پر بجائے پھولوں کے اسم "**اللہ**" نہایت خوش خط سے لکھا ہے۔ سب سے اوپر چاروں طرف منقش کنگورے مزین ہیں۔ گنبد گچ کا ہے، چاروں طرف دروازے ہیں۔ جن میں جنوبی دروازہ کھلا ہوا ہے۔ باقی بند ہیں۔ پہلے ان میں جالیاں لگی تھیں۔ اب صرف مشرقی دروازہ میں کسی قدر ٹکڑا جالی کا باقی رہ گیا ہے۔ گنبد کے نیچے کا رقبہ 24 فیٹ 10 انچ × 24 فیٹ 10 انچ ہے۔ اور 4 فیٹ کے قریب دروازوں کا آثار ہے۔ دروازوں کے درمیان میں دو دو بڑے طاق بنے ہیں۔ اس کے اوپر ہشت پہل حصہ ہے جس کے ہر پہل میں محراب دار سینچیوں کے نشان ہیں اُس سے اوپر 16 پہل قائم کئے ہیں جس کے ہر پہل میں محراب دار کھڑکیوں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔ اس کے اوپر سنگین لداؤ کی چھت ہے جسے لال پتھر کے درمیان میں سفید پتھر سے 16 پھانکیں بنا کر خوش نما بنایا گیا ہے۔ درمیان میں ایک سنگین خوبصورت پھول نصب ہے، گنبد

میں کل 16 سنگین تعویذ ہیں، 8 بڑے اور 8 بچوں کے ہیں مگر کسی پر کتبہ نہیں ہے۔ مشرق میں ایک چوکھنڈی کے اندر جو سوا 7x سوا 7 فیٹ ہے ایک تعویذ ہے۔ قرب وجوار میں اور بھی کئی سنگین تعویذ پڑے ہوئے ہیں۔ مغربی جانب ایک پختہ کنواں موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سیکری میں حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے والدین کا مکان اسی مقام پر تھا جہاں اب یہ مقبرہ واقع ہے۔

موسیٰ گنبد کے Location کا QR Code اس کو اپنے موبائل سے Scan کیجیے، آپ کے موبائل پر Location کھل جائے گی، جس کی مدد سے آسانی کے ساتھ آپ پہنچ سکتے ہیں۔



اندارہ والی باولی

13 جمادی الثانی 933ھ بمطابق 1526ء کو میواڑ کے مشہور راجہ رانا سانگا (سنگھ رام) اور شہنشاہ بابر سے سیکری کے قریب موضع خانواں (ریاست بھرت پور) میں لڑائی ہوئی تھی۔ اُس وقت شاہی فوج اسی سیکری کے میدان میں جو فتحپور کی پہاڑی کے نشیب میں واقع اور کول یا تالاب کے نام سے موسوم ہے مقیم تھی اُس وقت رانا سانگا کی فوج میں 80 ہزار سوار اور 500 ہاتھی، سات راجہ، مہاراجہ، نوراؤ، 104 راول اور راوت کل دو لاکھ ایک ہزار سپاہی تھے۔ اس کے مقابلہ میں بابر کے پاس دس بارہ ہزار سے زائد فوج نہ تھی۔ عین لڑائی کے دن جبکہ شاہی فوج اعدا کی کثرت اور اپنی قلت کی وجہ سے بددل ہو رہی تھی کابل کے ایک نووارد نجومی محمد شریف نامی نے یہ پیشن گوئی کر کے کہ مریخ مغرب میں ہے۔ لہذا شاہی لشکر کو شکست ہو گی تمام سپاہی میں اور بھی ہراس اور تزلزل پیدا کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ کو بھی نہایت پریشانی پیدا ہوئی۔ لیکن اس شجاع و باہمت بادشاہ نے ہمت نہ ہاری اور فوراً تمام لشکر کے چیدہ چیدہ امرا اور سپاہیوں کو جمع کر کے نہایت پُرجوش تقریر کی اور اُسی وقت شراب اور ڈاڑھی منڈانے سے توبہ کر کے تمام شراب کو پھکوا دیا اور شراب نوشی کے قیمتی برتنوں کو مستحقین فقرا میں تقسیم کرا دیا۔ بادشاہ کی اس تقریر اور توبہ سے متاثر ہو کر اُسی وقت تین ہزار امرا اور اہل فوج بھی تائب ہو گئے۔ اس کے بعد بابر نے حکم دیا کہ جس جگہ یہ شراب پھینکی گئی ہے اُس جگہ بطور یادگار ایک باؤلی تعمیر کی جائے، چنانچہ باولی کھدنا تو اُسی وقت شروع ہو گئی اور فتح کے بعد شاہی قیام گاہ یعنی باؤلی کے اطراف میں ایک باغ مع عمارت سنگین تعمیر ہو کر "باغِ فتح" کے نام سے موسوم کیا گیا۔

باہر اِس کی سیر کے واسطے اکثر آگرہ سے آیا کرتا تھا۔ اب باغ یا اُس کی کسی عمارت کا تو کوئی خاص نشان باقی نہیں رہا لیکن باؤلی اب تک موجود اور اندارہ گھاٹی کے قریب ہونے کی وجہ سے اندارہ والی باؤلی کے نام سے مشہور ہے۔

اس کی عمارت جنوبی کارخانہ آب رسانی کی باؤلی کی عمارت سے ملتی جلتی ہے۔ یہ ہشت پہل ہے۔ جس کا ہر کونہ 12 فیٹ اور قطر ساڑھے 27 فیٹ ہے۔ اور 45 فیٹ گہری ہے۔ باؤلی کے اندر مشرقی جانب ایک چھوٹا سا پختہ گولا اور قائم ہے جس کی مصلحت سمجھ میں نہیں آتی۔ باؤلی میں دو منزلہ عمارت ہے۔ نیچے کی منزل میں چاروں طرف ہشت پہل گیلری بنی ہے جس کی چھت لداؤ کی ہے اور چاروں طرف چار دروازے باؤلی میں کھلے ہوتے ہیں۔ پہلی منزل سے 16 سیڑھیاں اوپر چڑھ کر دوسری منزل کی گیلری ہے جس میں چاروں طرف تین دریاں بنی ہوئی ہیں۔ سیڑھیوں کے اردگرد دو منزلہ دالان بنے ہیں۔ نیچے کے دالان میں 3-3 در اور ایک ایک کوٹھری اور اوپر کے دالانوں میں 5-5 در ہیں۔ باؤلی کے اوپر 8 بڑے بڑے توڑے نصب ہیں۔ ان توڑوں اور ستونوں اور دروازوں کے اوپر مختلف نقش و نگار اور پھول پتے کندہ ہیں۔ دوسری منزل کی سامنے کی تین دری کے اوپر کتبہ کا پتھر لگا ہوا ہے مگر کتبہ ایسا مٹ گیا ہے کہ ایک حرف بھی نہیں پڑھا جاتا۔ 25-30 برس پہلے بعض بعض حروف باقی تھے جن کے دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ یہ کتبہ خط نسخ میں کندہ تھا۔ اس کے قرب وجوار میں راجپوت راجاؤں کے محل تھے جو ٹوٹے پڑے ہیں اِن میں ہاڑا کا محل (غالباً رائے سرجن ہاڑا کا محل ہو گا) سیتل محل۔ کالا محل بہت مشہور ہیں۔ مگر اب کوئی عمارت باقی نہیں اکثر جگہ چونے پتھر کے انبار البتہ نظر آتے ہیں۔

قوشخانہ

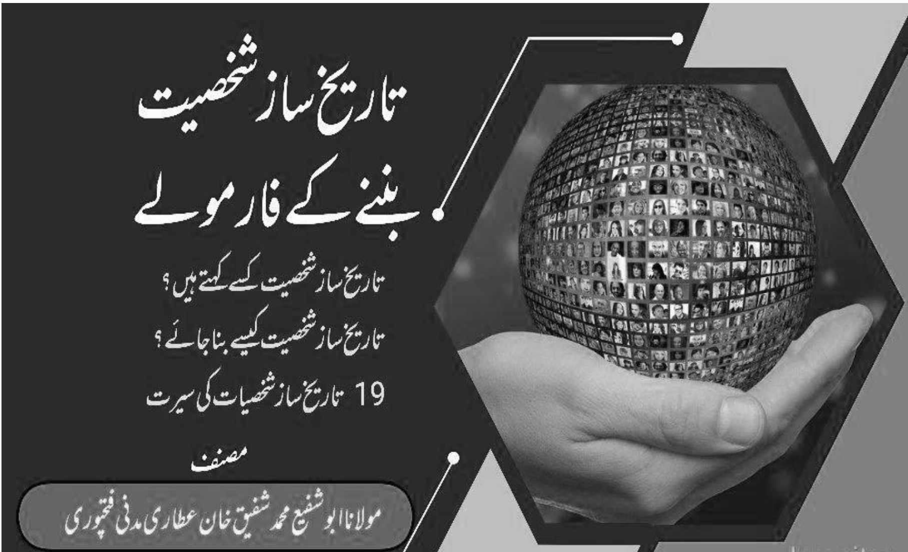
اکبر بادشاہ کو ابتدائے عمر ہی سے شکاری جانوروں کا خاص شوق تھا، بہت سے شیر چیتے، گینڈے وغیرہ نہایت محبت سے پال رکھے تھے ۔ مست ہاتھی، شیر اور ہاتھی، ارنے بھینسے، گینڈے، ہرن لڑایا کرتا تھا۔ چیتوں سے ہرن کا شکار کرتا تھا۔ باز بہری، جرے، باشے اُڑایا کرتا تھا۔ اور یہاں تک شوق تھا کہ شکاری جانور سفر میں بھی ساتھ رہتے تھے سب سے زیادہ چیتوں کا شوق تھا۔ سینکڑوں چیتے جمع کئے۔ ایسے سدھے ہوئے تھے کہ اشاروں پر کام دیتے تھے اور دیکھنے والے حیران رہتے تھے۔ کمخواب اور مخمل کی جھولیں اوڑھے، گلے میں سونے کی زنجیریں ڈالے، آنکھوں پر زردوزی چشمے چڑھے ہوئے بہلیوں میں ساتھ ساتھ چلتے تھے، عمدہ عمدہ چیتے آتے۔ اُن میں سے انتخاب ہو کر اعلیٰ سے اعلیٰ خاصہ میں داخل کئے جاتے تھے۔ مگر یہ عجیب اتفاق تھا کہ ان کی تعداد کبھی ہزار تک نہیں پہنچی جب ایک دو کی کسر رہتی کچھ نہ کچھ ایسا عارضہ ہوتا تھا کہ چند چیتے مر جاتے تھے۔ سب حیران تھے اور اکبر بادشاہ بھی متعجب رہتا تھا۔ جہاں یہ سب شکاری جانور رہتے تھے وہ قوشخانہ کے نام سے موسوم اور اجمیر دروازہ کے قریب واقع ہے۔ اس کے بیچ میں ایک کمرہ اور اُس کے گرد برآمدہ اور چاروں طرف غلام گردش کے طور پر دالان بنے تھے۔ غالباً انہیں دالانوں میں یا اُن کی پشت کی منہدمہ عمارت میں شکاری جانوروں کے واسطے علیحدہ علیحدہ قطعے قائم تھے۔ درمیانی کمرہ ہشت پہل ہے جس کا ہر کونہ ۷ اور قطر ۱۹ فیٹ ہے۔ چھت سنگین لڈاؤ کی گنبد نما ہے۔ چاروں طرف 8 دروازے اور اُن کے اوپر ایک ایک کھڑکی لگی ہے۔ جنوبی دروازے میں چھت پر چڑھنے کے واسطے زینہ بنا ہے۔ کمرہ کے گرد کا برآمدہ بھی ہشت پہل ہے، جو 9 فیٹ چوڑا ہے۔ اس کا ہر کونہ 18 فیٹ ہے۔ ہر پہل میں 3-3 در

ہیں جن میں درمیانی در بڑا اور ارد گرد کے اُس سے چھوٹے ہیں۔ چھت کے اوپر 7 فیٹ بلند ہشت پہل چبوترہ بنا ہے۔ بر آمدہ سے 50 فیٹ 2 انچ کے فاصلے پر چاروں طرف غلام گردش کے طور پر 6 فیٹ 5 انچ چوڑے دالان بنے تھے جس میں 8 پہل تھے۔ ہر پہل میں 7-7 محراب دار در دورویہ تھے اور 62 فیٹ کا دور تھا۔ تین پہل مسلم اور چوتھے پہل کے صرف 5 در باقی رہ گئے ہیں باقی منہدم ہو گئے۔ دالانوں کی پشت پر بھی کچھ عمارت کے نشان پائے جاتے ہیں جس کا ایک ستون، 17 فیٹ کے فاصلے پر اب تک موجود ہے اور قرب و جوار میں بھی منہدمہ عمارت کے آثار ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت وسیع عمارت تھی۔



بارہ دری متصل اجمیر دروازہ

توشخانہ کے گوشہ جنوب و مغرب میں اس مقام پر جہاں فصیل ختم ہوئی ہے ایک خوبصورت دو منزلہ عمارت واقع ہے جو بارہ دری کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے ستون منقش اور سہ دریوں کی دیواروں پر نہایت نفیس و چمکدار صندلہ کیا ہوا ہے۔ بعض بعض مقامات پر گزشتہ نقش و نگار کا بہترین حصہ باقی اور قابل دید ہے۔ افسوس کہ یہ خوبصورت عمارت کئی جگہ سے گر گئی ہے۔ اگر حکام کی نظر سے یہ خوبصورت عمارت گزرتی تو نا ممکن تھا کہ اس کی مرمت نہ کی جاتی کیونکہ صنعت و خوش نمائی کے لحاظ سے یہ کسی طرح اُن عمارتوں سے کم نہیں ہے جن کی مرمت منجانب سرکار ہوئی اور ہو رہی ہے۔ اس کے قرب و جوار میں اور بھی آثار قدیمہ کے نشان پائے جاتے ہیں۔ شمالی جانب ایک پختہ کنواں بھی بنا ہے۔



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بابِ پنجم: عماراتِ جانبِ جنوب

☆... حکیموں کے نل

☆... جنوبی کارخانۂ آب رسانی

☆... مزار فتح خان و نور خان شہید

☆... مسجد شاہ قلی

☆... ریلوے اسٹیشن

☆... مسجد خلیل

☆... بارہ دری راجہ ٹوڈر مل

☆... مسجد بہاؤ الدین

☆... مقبرۂ بہاؤ الدین

ترتیب و تسہیل

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

بابِ پنجم

عمارات جانب جنوب

پہاڑ کے نیچے کی جنوبی جانب کی عمارتیں

حکیموں کے نل

حمام حکیم ابو الفتح گیلانی فتحپور کی آبادی سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر آگرہ کی پختہ سڑک کے شمالی جانب ایک نہایت عالی شان اور وسیع حمام واقع ہے جو حکیموں کے نل کے نام سے موسوم اور یہاں کے سب حماموں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ حمام رفاہ عام کے طور پر ہر خاص وعام کے استعمال کے واسطے تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کے اکثر درجے سحر حکمت سے پُر کر کے خاص خاص امراض کے علاج کے واسطے بنائے گئے تھے۔ یہ اکبری زمانے کے مشہور طبیب مسیح الدین حکیم ابوالفتح گیلانی کی مسیحائی کا نتیجہ اور طلسم کاری کا نمونہ ہے۔ حکیم ابو الفتح مولانا عبد الرزاق گیلانی کے بیٹے تھے، 982-983ھ بمطابق 1574ء سے 1575ء میں اپنے بھائیوں کے ساتھ حکیم ہمام اور حکیم نور الدین کے ہندوستان میں وارد ہو کر کمال کے جوہری کے دربار میں اعلیٰ درجہ کا تقرب حاصل کیا، 987ھ بمطابق 1579ء میں بنگالہ کی صدارت پر سرفرازی پائی۔ اگرچہ منصب ہزاری سے کم رہا مگر ہر وقت کی حضوری اور مصاحبت کے سبب سے جو بات انہیں حاصل تھی وہ بڑے بڑے اُمرا کو میسر نہ تھی۔ چنانچہ بڑے بڑے اُمرا ان کی حالت پر رشک کرتے تھے۔ 990ھ بمطابق 1586ء کے جشن میں

انہیں کی رائے سے ممالک محروسہ کے بڑے بڑے شہروں میں دارالشفا قائم ہونے کی تجویز منظور ہوئی۔ 997ھ بمطابق 1588ء میں کشمیر کے سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھے۔ واپسی کے وقت حسن ابدال کے مقام پر درد شکم اور اسہال میں گرفتار ہو کر سفر آخرت اختیار کیا۔ اکبر بادشاہ کو سخت صدمہ ہوا۔ ان کی تصانیف سے فتاحی شرح قانونچہ، قیاسیہ، چار باغ بہت مشہور ہیں۔ تمام مورخین ان کے علم و فضل اور کمالات کے باب میں متفق اللفظ ہیں۔ عرفی نے ان کی تعریف میں کئی قصیدے بڑی دھوم دھام کے کہے۔ حکیم صاحب نے بھی انہیں اس طرح رکھا کہ جب تک جیئے اور کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہوئی۔

ملک الشعرا فیضی نے اپنی عرضداشت میں اس حمام کی بابت یہ فقرہ تحریر کیا تھا۔

"بہ آتش خانہاے حکیم ابوالفتح نیز رسید او ہم یگانہ آفاق بود ازیں تعریف چہ بالاتر"

اس بے نظیر حمام میں اس قسم کے متعدد درجے اور غسل خانے ہیں کہ اس کے اندر داخل ہو کر بھول بھلیوں کا سا عالم ہو جاتا ہے۔ اکثر درجوں میں حوض اور فوارے موجود اور ایسا نفیس و خوش نما نقاشی کا کام باقی ہے جس کی چمک دمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں، حمام کی شرقی دیوار سے ملا ہوا ایک پختہ کنواں بنا ہے جس میں سے اس حمام میں پانی پہنچایا جاتا تھا، حمام کے جملہ غسل خانوں اور کمروں کے در و دیوار میں نل لگے ہوئے ہیں۔ جس وقت تمام درجوں میں پانی جاری ہو گا حوضوں میں فوارے چھوٹتے ہوں گے، خوش نما جھرنوں کے ذریعہ سے پانی نیچے اتر کر ایک درجہ سے دوسرے درجے میں جاتا ہوتا حمام میں ہر قسم کی آرائش و زیبائش کے سامان موجود ہوں گے۔ کیا اُس وقت غسل اور سیر کرنے والوں کی نگاہوں میں فردوس بریں کا منظر نہ پھر جاتا ہو گا اور وہ بلند آواز سے اس شعر کو نہ پڑھتے ہوں گے:

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمیں است و ہمین است

جنوبی کارخانہ آب رسانی (باؤلی سڑک آگرہ)

شمالی کارخانہ آب رسانی کی طرح یہ کارخانہ آب رسانی پہاڑ کے جنوبی جانب آگرہ کی پختہ سڑک پر واقع ہے جو آگرہ کی سڑک والی باؤلی کے نام سے موسوم ہے۔ اسی کے قریب وہ پختہ تالاب بنا ہوا ہے جو زمانۂ حال میں چونگی کی جانب سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کارخانہ کی باؤلی کی عمارت نہایت خوبصورت مضبوط اور عالی شان ہے۔ فتحپور میں بہت سی باؤلیاں ہیں مگر کسی کی عمارت ایسی نفیس اور خوبصورت نہیں۔ زمین کے اندر چاروں طرف لال پتھر کی تین منزلہ عمارت بنی ہوئی ہے۔ اوپر چوتھی منزل پر بھی ایک کمرہ بنا ہوا ہے۔ شمالی جانب مغربی گوشے میں صدر دروازہ ہے۔ اندر دروازے سے ملی ہوئی مشرق و مغربی میں دو سینچیاں ١٦ فیٹ × ٦ فیٹ بنی ہیں۔ مغربی سینچی سے ملا ہوا زینہ اور اس کے برابر تین در کا باؤلی کا مغربی دالان ساڑھے 18 فیٹ × 9 فیٹ 5 انچ ہے جس کا سلسلہ جنوبی دالان سے مل گیا ہے۔

مغربی دالان کے آگے ایک چھوٹا سا چوکور شکل کا چبوترہ جس پر دروازہ کی جانب سے چار سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ جن کے شمال و جنوب میں درمیانی منزلوں میں پہنچنے کے واسطے راستے اور اُن کے بعد دالان بنے ہیں۔ چنانچہ 13 سیڑھیوں کے بعد ایک چوڑی سیڑھی بنی ہے۔ جس کے دونوں کناروں پر دوسری منزل میں پہنچنے کے واسطے راستے بنے ہیں۔ اس کے بعد ۱۴ سیڑھیاں اتر کر ایک چبوترہ 9 فیٹ 8 انچ × 7 فیٹ 10 انچ بنا ہے جس کے شمال و جنوب میں ایک ایک سینچی ہے اور ایک سیڑھی اُتر کر پہلی منزل کو راستے گئے ہیں۔ اس کے بعد 16 سیڑھیاں اتر

کر باؤلی کے محراب دار در میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ سوا 7فیٹ چوڑا ہے۔ نیچے سے اوپر تک کل باؤلی میں 51 سیڑھیاں مع چبوتروں کے ہیں۔ اس در کے نیچے باؤلی کا حصہ گول دائرہ نما ہے جس کی بلندی موجودہ حالت میں جبکہ باؤلی بہت بٹ گئی ہے 22 فیٹ ہے، اس باؤلی کی عمارت چار منزلہ ہے اور اس کے قرب وجوار میں پہاڑ پر پانی پہنچانے کے واسطے اُسی طرح کے حوض اور نالیاں بنی تھیں جیسے کہ شمالی کارخانۂ آب رسانی میں ہیں۔

مزار فتح خان ونور خان شہید

فتح خاں اور نور خان دونوں بھائی تھے جو کابل کے باشندے بیان کئے جاتے ہیں۔ دونوں کے مزار آگرہ کی پختہ سڑک کے قریب فصیل کے اندر واقع ہیں۔ قصبہ کے لوگ اِن مزاروں سے خاص عقیدت رکھتے اور انہیں بافیض بتاتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ شہنشاہ بابر کی فوج میں شریک تھے اور رانا سانگا کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ بعض کا بیان ہے کہ دونوں بھائی سکرواروں کی لڑائی میں اِسی مقام پر جہاں اب مزار واقع ہیں شہید ہوئے تھے۔

مسجد شاہ قُلی

شاہ قُلی محرم دربار اکبری کے ایک بہادر اور نامی امیر تھے، جو منصب سہ ہزاری و پانصدی پر سرفراز تھے اور بادشاہی خدمتیں نہایت محنت و جانفشانی سے بجالاتے تھے۔ بیرم خان خانخاناں نے انہیں اپنے بچے جیسا پالا تھا انہوں نے بھی اِس کا خوب حق ادا کیا۔ چنانچہ یہ منجملہ اُن چار امیروں میں سے تھے جنہوں نے برے وقت میں بیرم خان کا ساتھ دیا اور مصیبت کے وقت رفاقت سے منہ نہ موڑا۔ ہیموں کی لڑائی میں یہ ہی ہیموں کو اُس کے ہوائی ہاتھی کے ساتھ گرفتار کرکے لائے تھے۔

ایک مرتبہ عاشق مزاجی کے میدان میں بھی انہوں نے خوب بہادری دکھائی۔ قبول خان نامی ایک خوبصورت نوجوان تھا جو رقص یعنی

ناچنے میں مور اور آواز میں کوئل کو مات کرتا یعنی ہراتا تھا، یہ اس پر دیوانے تھے۔ جب اکبر کو یہ حال معلوم ہوا، قبول خاں کو نظر بند کر دیا۔ انہیں بڑا رنج ہوا۔ گھر میں آگ لگادی اور جوگیوں کا بھیس بدل کر جنگل میں جابیٹھے۔ خانخاناں عبد الرحیم ان کے مربی دربار میں موجود تھے۔ انہوں نے اکبر کے دربار میں بھی سفارش کی اور جوگی جی کی دلداری کے لئے ایک غزل موزوں کرکے جاکر سُنائی اور سمجھا بجھا کر پھر جوگی سے امیر بنا کر دربار میں داخل کیا۔ فتحپور میں موجودہ آبادی کے کنارے پر آگرہ کی سڑک کے جنوبی جانب ان کی عالیشان حویلی تھی۔ حویلی تو قائم نہیں رہی لیکن وہ مقام اب تک شاہ قُلی کے نام سے موسوم چلا آتا ہے۔ پرانے آثار میں صرف ایک ٹوٹی ہوئی مسجد لال پتھر کی باقی رہ گئی ہے جو کارخانۂ آب رسانی کی باؤلی کے سامنے سڑک کے جنوبی جانب دکھائی دیتی ہے۔ یہ پانچ در کی دوہرے درجہ کی مسجد ہے جس کا رقبہ 46فیٹ × 26 فیٹ ہے۔ اس کی چھت پتھر کی پیٹیوں سے پٹی ہے۔ اندرونی درجہ کی چھت گر گئی صرف بیرونی درجہ کی باقی ہے۔ ممبر وغیرہ کچھ باقی نہیں رہا۔

ریلوے اسٹیشن

آگرہ بیانہ ریلوے جس پر فتحپور سیکری کا اسٹیشن واقع ہے۔ بمبئی، بڑدہ، اینڈ سینٹرل انڈیا ریلوے کی شاخ ہے جو دسمبر 1913ء سے جاری ہوئی ہے۔ فتحپور سیکری کا یہ ریلوے اسٹیشن آبادی کے قریب فصیل کے اندر واقع ہے۔ اس کی عمارت معمولی ہے مگر ویٹنگ روم

(آرام کمرہ) نہایت خوش نما اور قابل دید ہے جس کے فرش اور حاشیوں میں مختلف رنگ کی چینی کی اینٹیں لگائی گئی ہیں۔

مسجد خلیل

اسی شاہ قُلی کے مقام پر مسجد کے مغربی جانب ایک احاطے کے اندر ایک چھوٹی مسجد اور قبرستان واقع ہے جو مسجد خلیل کے نام سے موسوم ہے۔ یہ تین در کی لال پتھر کی مسجد ہے جو 19 فیٹ × 10 فیٹ ہے۔ ارد گرد دو ایک درے ہیں جن میں ایک ایک قبر ہے۔ مسجد کے اندر درمیانی محراب کے اوپر عبارت عربی کے نیچے یہ فارسی کتبہ لکھا ہے:

بتاریخ بیست و ہشتم شہر ذی القعدہ یک ہزار و یک صد و نود و پنج ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بنائے این مسجد باہتمام میر اسمعیل ولد میر حسن علی۔

مسجد کے آگے صحن میں کئی قبریں ہیں جن کے تعویذ لال پتھر کے ہیں اور اُن پر فارسی کی تاریخیں لکھی ہوئی ہیں۔ اسی احاطہ کے قریب دوسرا احاطہ ہے اُس میں بھی ایک تین در کی مسجد اور قبرستان ہے۔

بارہ دری راجہ ٹوڈر مل

فتحپور کے بازار کی سڑک سے جنوبی جانب دو تین فرلانگ کے فاصلہ پر گوالیار اور تہرہ دروازے کے درمیان میں ایک عمارت واقع ہے جو بارہ دری راجہ ٹوڈر مل کے نام سے موسوم ہے۔ راجہ ٹوڈر مل ذات کے ٹنن گوت کے کھتری اور لاہر پور علاقہ اودھ کے رہنے والا تھا۔ بیوہ ماں نے بڑی تنگدستی اور افلاس کی حالت میں پالا تھا۔ اول عام متصدیوں کے زمرہ میں ملازم

ہوئے۔ لیکن اپنی لیاقت و کارگزاری کی بدولت بہت جلد ترقی پاکر دیوان کل کے معزز عہدے پر سرفراز ہوئے۔ چتوڑ، رن تھنبور، سورت، گجرات، بنگالہ وغیرہ کے معرکوں میں سپاہ گری اور سرداری کے بھی خوب جوہر دکھائے، 990ھ بمطابق 1582ء میں بادشاہ کا جشن ضیافت اپنے گھر (غالباً اسی بارہ دری میں) میں سر انجام دیا۔

اکبر بادشاہ بندہ نواز اور وفاداروں کا کارساز تھا۔ اس کے گھر پر آیا، ان کی عزت ایک سے ہزار ہو گئی۔ 993ھ بمطابق 1584ء میں منصب چار ہزاری عطا ہوا۔ 997ھ بمطابق 1588ء میں بمقام لاہور انتقال کیا۔ اکبری زمانے کے بہت سے آئین و قوانین اور دفتر دیوان کے دستور العمل اِن سے منسوب ہیں جو کہ تاریخوں میں نقل ہوتے چلے آتے ہیں۔ اس عمارت کے درمیان میں ایک ہشت پہل کمرہ ہے جس کا قطر ساڑھے 25 فیٹ اور ہر کونہ 10 فیٹ ہے۔ چھت لداؤ کی گنبد نما ہے۔ چاروں طرف چار بڑے دروازے، 8 فیٹ چوڑے اور اُن کے درمیان میں چار چھوٹے دروازے 3 فیٹ چوڑے بنے ہیں۔ بڑے دروازوں کی بغلوں میں خول ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دروازوں میں جو کواڑ لگے تھے وہ دروازے کے کھولنے کے وقت ان خولوں میں چلے جاتے تھے۔ کمرہ کے آگے چاروں طرف 3۔3 در کا بر آمدہ اور اُن کے گوشوں میں چار چار دروازوں کی بغلی میں کوٹھریاں یا سینچیاں اور کوٹھریوں کے آگے ایک ایک سہ دری بنی ہے۔ بر آمدہ کے ستون منقش اور نہایت اعلیٰ درجے کے نقش و نگار سے مرصع ہیں۔ بر آمدوں میں چھوٹے بڑے طاق اور پھول پتے بنے ہوئے ہیں۔ دوسری منزل پر جانے کے واسطے دو زینے ہیں جہاں بر آمدوں اور کوٹھریوں کی چھت پر اسی طرح کے بر آمدے اور کوٹھریاں بنی ہیں۔ اُن کے ستون اور توڑے بھی منقش اور بہت خوبصورت ہیں۔ چاروں طرف

چار زینے بنے ہیں جن کے ذریعہ سے اس عمارت کی بالائی چھت پر پہنچتے ہیں۔ جہاں صرف ایک ہشت پہل چبوترہ بنا ہے۔ عمارت کے چاروں طرف باغ تھا جس کی روشوں کے نشان اب تک نمایاں ہیں۔

مسجد بہاؤالدین

بہاؤالدین نام کے ایک شخص جہانگیر کے زمانے میں شاہی چونہ پز تھا۔ جو معلوم ہوتا ہے کہ نہایت عالی حوصلہ اور باہمت آدمی تھا۔ اُس نے تیرہ دروازے کے پاس ایک سنگین مسجد اور مقبرہ تعمیر کرایا تھا جو نہایت خوبصورت اور فتحپور کی قابل دید عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔ مسجد کا رقبہ 23فیٹ × 13 فیٹ ہے۔ آگے 29فیٹ ×29فیٹ صحن ہے۔ چھت پتھر کی پیٹیوں سے پٹی ہے۔ ستون اور توڑے خوبصورت اور منقش ہیں۔ چھت کے اوپر چار مرمر کے پتھر کے گلدستے مشرق کی جانب اور چار لال پتھر کے مغربی دیوار کے اوپر مزین ہیں۔

مقبرۂ بہاؤالدین

مسجد سے ملا ہوا شمالی جانب مقبرہ ہے، یہ ایک خوبصورت سنگین احاطے سے جس کی دیواریں ۵ فیٹ بلند ہیں محصور ہے۔ احاطے کی جنوبی اور مشرقی دیوار خوبصورت جالیوں سے جن میں نہایت خوبصورتی سے محراب دار طاق بنائے گئے ہیں مزین ہے۔ مغربی دیوار کے درمیان میں قناتی مسجد اور طاق اور مصلوں کے نشان بنے ہیں۔ دیواروں کے اوپر نہایت نفیس خوبصورت اور منقش کنگورے بنے ہوئے ہیں۔ جو کل عمارت کی زیب وزینت کا باعث ہیں۔ یہ احاطہ بہ استثنائے گوشۂ جنوب و مشرق کے جو کسی قدر آگے کو نکلا ہوا ہے، مربع شکل کا ہے جس

کا ہر کونہ سوا 75 فیٹ ہے۔ اندر سنگین فرش ہے۔ درمیان میں گنبد اور اطراف میں 5۔5 در کا بر آمدہ ہے۔

گنبد کے نیچے کا درجہ 20×20 فیٹ ہے جس میں سنگ مرمر کے دو تعویذ ہیں۔ ایک مردانہ بہاؤالدین کا جس پر قلمدان بنا ہے دوسرا زنانہ اُن کی بیوی کا جس پر تختی بنی ہے۔ دونوں پر بسم اللہ، آیۃ الکرسی اور کلمۂ طیبہ اور دیگر آیات قرآنی لکھی ہوئی ہیں۔ چاروں طرف چار دروازے ہیں جس میں صرف جنوبی جانب کا دروازہ کھلا ہے۔ باقی تینوں میں اندر لال پتھر کی اور باہر سنگ مرمر کی دوہری جالیاں لگی ہوئی تھیں جس میں اب صرف شمالی دروازے کی دونوں جالیاں باقی رہ گئی ہیں۔ باقی دو دروازوں میں صرف لال پتھر کی جالیاں باقی ہیں۔ چاروں طرف کا بر آمدہ 42 فیٹ × 42 فیٹ ہے جس کے ستون اور توڑے منقش اور بہت خوبصورت ہیں۔ دیواروں میں طاق اور صراحیاں ترشی ہوئی ہیں۔ صراحیوں کے اوپر اسم "اللہ" نہایت خوش خط منقوش ہے۔ درمیانی حجرے کے اوپر لال پتھر کا گنبد اور چاروں کونوں پر سنگ مرمر کے چار گلدستے اور بر آمدوں کی چھت پر اُسی طرح کے چاروں طرف 6-6 گلدستے بہت خوبصورت مزین ہیں، بر آمدہ میں وہی کتبہ لگا ہوا ہے جو مسجد میں ہے اِس کے کئی مصرعے مٹ گئے ہیں۔ دروازے پر ایک پختہ کنواں ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بابِ ششم: عمارات قرب وجوار

☆... عید گاہ

☆... قبرستان قدیم

☆... مزار بی بی عائشہ وبی بی زیبا مع گنبد ہائے ملحقہ

☆... مقبرہ نواب ابراہیم خان

☆... مزار آدم شہید

☆... مزارات موضع چریاری

☆... پون چکی

☆... گونگا محل

ترتیب وتسہیل

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

باب ششم

عمارات قرب وجوار

عید گاہ

فتحپور کی فصیل کے باہر چور کھڑکی کے سامنے پہاڑ کے اوپر ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے جو عید گاہ کے نام سے موسوم ہے۔ ممکن ہے کہ اکبری زمانے میں جبکہ فتحپور کی آبادی کو سوں تک پھیلی ہوئی تھی وہاں کوئی عید گاہ کی عمارت ہو۔ لیکن یہ موجودہ مسجد اس قدر مختصر ہے کہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کسی زمانہ میں عید گاہ کے واسطے مخصوص ہو۔ یہ بالکل ایسی ہے جیسی اکثر قبرستانوں میں بنادی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس کے آگے جو صحن کا چبوترہ بنا ہوا ہے اُس پر تین قبریں موجود ہیں۔ جن کے تعویذ نہایت خوبصورت ہیں جو معززین کے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں دو زنانے اور ایک مردانہ ہے۔ اور تینوں پر آیۃ الکرسی منقوش ہے۔ مسجد 25فیٹ ×7فیٹ ہے جس میں تین در سنگین ستونوں کے قائم ہیں، چبوترہ کے نیچے کئی قبریں ہیں جن میں صرف ایک کے تعویذ پر کلمۂ طیبہ اور سورۂ اخلاص منقوش ہے۔ مسجد چاروں طرف سے پختہ احاطہ ہے محصور ہے۔ چار دیواری کی جنوبی دیوار سے ملی ہوئی ایک زمین دوز کوٹھری نکلی ہے جو پہلے ایک پختہ چبوترہ معلوم ہوتی تھی، نہ معلوم کس طرح سے اس کی چھت کا تھوڑا سا حصہ کھل گیا ہے تو معلوم ہوا کہ ایک بڑی کوٹھری سی بنی ہے جس کے اندر چونے کی استر کاری کی ہوئی ہے۔ یہ نیچے سے دیکھنے میں اب بھی ایک چبوترہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ نہ معلوم یہ کس غرض سے

اور کب بنائی گئی تھی۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اِس میں کسی زمانہ کا خزانہ دفن تھا۔ احاطے کے جنوبی جانب ایک گنبد بنا ہوا ہے۔

قبرستان قدیم

عید گاہ سے لے کر موضع جوتانہ بلکہ منڈوی مرزا خاں تک پہاڑ کے اوپر زمانہ کی بے وفائی کا نقشہ اور عبرت کا مرقع کھنچا ہوا ہے۔ میلوں تک ایک وسیع شہر خموشاں آباد ہے۔ درمیان میں جن جن مقامات پر چکیروں (سنگ تراشوں، چکی بنانے والوں) نے پتھر نکالنے کے واسطے سرنگیں بارود سے اُڑائی ہیں۔ وہاں کی قبریں کچھ پتھر کے ٹکڑوں میں دب دبا گئیں۔ اکثر تعویذ اِدھر اُدھر پڑے اب تک نظر آتے ہیں۔ جہاں جہاں زیادہ قبریں تھیں وہ البتہ باقی رہ گئی ہیں۔ غرضکہ عجیب حسرت کا مقام ہے۔

گزر ناگاہ جب میرا ہوا شہر خموشاں میں
عجب نقشہ مجھے آیا نظر شاہان عالم کا
کہیں آئینہ دلبر شکستہ تھا سکندر کا
کہیں ٹوٹا پڑا تھا کاسۂ سر خاک میں جم کا

عید گاہ سے مغرب کی جانب ایک بلند ٹیلے پر ایک قناتی مسجد اور سیکڑوں ہزاروں قبریں بنی ہوئی ہیں۔ ہم نے نہایت غور سے ہر ایک سنگین تعویذ کو پاس سے جاکر دیکھا تاکہ فتحپور کی گزشتہ آبادی کے کسی باشندے کا حال معلوم کریں۔ مگر افسوس کہ ہر جگہ ناکامیابی ہوئی۔ دوپہر کا وقت، گرمی کا موسم، خشک پہاڑ کا مقام، حسرت و ناکامیابی، اِن سب باتوں نے مل کر ہماری ہمت پست کر دی اور ہم ناکام ہی واپس ہوا چاہتے تھے کہ ایک بزرگ کے مزار کے بلند چبوترہ

نے ہماری رہنمائی کی۔ ہم نہایت اشتیاق سے اُدھر بڑھے۔ جب چوترہ پر چڑھ کر تعویذ کو دیکھا اور اُس پر کتبہ نظر آیا تو اس حسرت و عبرت کے مقام پر بھی جو مسرت ہوئی اُس کا بیان امکان سے باہر ہے۔ ایک پختہ چبوترہ پر جو 30×30 فیٹ ہے ایک مزار واقع ہے جس کا تعویذ لال پتھر کا نہایت مضبوط ہے۔ اور اُس پر آیاتِ قرآنی اور یہ کتبہ کندہ ہے:

علی	اصغر	گل	باغ	سیادت
کہ اوصافش	نہ	گنجد	در	رسائل
در احسان	و	فضائل	بود	گنجے
۔ ۔ ۔		خاک	را	حائل
چو رحلت	کرد	از	دنیا به	جنت
بجو	تاریخ	از	گنج	فضائل

منتخب التواریخ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ سید علی اصغر بدایوں کے رہنے والے تھے اور 976ھ بمطابق 1568ء میں صاحب منتخب التواریخ کے ساتھ شیخ نظام الدین امیٹھوی کی خدمت میں گئے تھے۔

مزار بی بی عائشہ و بی بی زیبا مع گنبدہائے ملحقہ

بی بی عائشہ اور بی بی زیبا دونوں بہنیں اور حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیاں تھیں۔ دونوں کے مزار موضع جوتانہ کی آبادی کے مغربی جانب پہاڑ کے اوپر جہاں ایک وسیع اور پرانا قبرستان واقع ہے ایک چوکھنڈی کے اندر جو ساڑھے 9× ساڑھے 9

فیٹ ہے بنے ہوئے ہیں۔ تعویذ سفید پتھر کے ہیں جن پر زنانہ نشان یعنی تختیاں بنی ہوئی ہیں۔ شرقی جانب بی بی عائشہ اور غربی جانب بی بی زیبا کا مزار ہے۔

اسی قبرستان میں چوکھنڈی کے قریب ایک گنبد بنا ہے جس کے اندر سات سنگین تعویذ ہیں۔ ان میں چار زنانے اور تین مردانے ہیں۔ چند تعویذ بر آمادے میں بھی ہیں۔ مگر کتبہ کسی پر نہیں۔ نہ دریافت کرنے سے پتہ چلا کہ یہ کس کے مزار ہیں۔ گنبد کے نیچے کا کمرہ مربع شکل کا ہے جس کا ہر کونہ 24فیٹ ہے۔ اس میں چونے کی استر کاری پر منبت کاری کے نقش و نگار تھے جس کا کچھ نمونہ اب بھی باقی ہے۔ کمرہ کے آگے چاروں طرف ۱۴فیٹ لمبا بر آمدہ ہے جس میں چاروں طرف 5۔5 در ہیں۔ اس سے مغرب کی جانب تھوڑے فاصلے پر ایک اور گنبد بنا ہے جس کے نیچے کا کمرہ 20 × 20 فیٹ ہے۔ چاروں طرف 34فیٹ لمبا بر آمدہ ہے۔ اس کے اندر چکیروں نے کوڑہ بھر دیا ہے۔

تیسرا گنبد اس سے تھوڑے فاصلہ پر منڈوی مرزا خان کی آبادی کے قریب جو کسی زمانہ میں فتحپور کا ایک محلہ تھا واقع ہے۔ اس کے اندر چکیروں نے اس قدر کوڑہ بھر دیا ہے کہ یہ اوپر تک پٹ گیا ہے۔ اس کا رقبہ باہر سے 20 × 20 فیٹ ہے۔ اندر باہر بہت خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے جن کا کچھ حصہ اب بھی موجود ہے۔ دو سنگین تعویذ مغرب کی جانب باہر پڑے ہیں۔ عجیب دنیا کا کارخانہ ہے۔ زندگی میں کیا عالم ہو گا مرنے کے بعد کس شان کا مقبرہ تعمیر ہوا۔ آج کوئی نام لیوا بھی موجود نہیں، گنبد میں کوڑا کر کٹ بھرا ہے۔ تعویذ مارے مارے پھر رہے ہیں۔ افسوس!

تھے جو مشہور قیصر و فغفور
باقی اُن کے نہیں نشان قبور
تاج میں جن کے ٹکتے تھے گوہر
ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ کاسۂ سر

پہاڑ کے نیچے جنوبی جانب بیانہ کی سڑک پر ان دونوں گنبدوں کے درمیان میں ایک بڑی پختہ باؤلی بنی ہوئی ہے جس کا قطر 21 فیٹ ہے یہ کسی باغ کی باؤلی معلوم ہوتی ہے، کناروں پر پختہ نالیوں کے نشان بنے ہیں۔

مقبرہ نواب ابراہیم خاں

نواب ابراہیم خان حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور دربارِ اکبری کے ایک قابل امیر تھے ان کا مقبرہ موضع رسول پور میں جو فتحپور سے شمالی جانب کوس ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر واقع ہے بنا ہوا ہے۔ مقبرہ میں چاروں طرف پختہ چار دیواری ہے جس کی دیواروں کے اوپر خوبصورت کنگورے۔ اور چاروں گوشوں پر برج اور اُن کے نیچے کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں۔ احاطے کا رقبہ اندر سے 166 فیٹ × 141 فیٹ ہے۔ چاردیواری کی دیواریں 3 فیٹ آثار کی ہیں۔ اور اُن پر چونے کی استر کاری ہے۔ اندر سنگین فرش تھا جس کے اب صرف کہیں کہیں کے پتھر باقی رہ گئے ہیں۔ ایک چھوٹا دروازہ مشرق کی جانب اور صدر دروازہ شمالی جانب بنتا ہے جس کے بیرونی جانب رنگین بیل اور طاق کے اندر کالال پتھر کا پھول اب تک باقی ہے۔

مغربی جانب مقبرہ سے ملی ہوئی قناتی مسجد بنی ہے جو 35×22 فیٹ ہے۔ دیوار میں تین طاق بنے ہیں۔ درمیانی بڑے طاق کے ارد گرد دائرہ نما پھول اور چھوٹے طاقوں کے ارد گرد دائرہ نما پلیٹ پر کلمۂ طیبہ منقوش ہے۔

ایک پختہ چبوترہ پر جو 60 فیٹ 6 انچ ×60 فیٹ 6 انچ اور 2 فیٹ بلند ہے، مقبرہ کا عالیشان گنبد بنا ہوا ہے۔ بیرونی چاروں طرف بڑے بڑے محراب دار در 12 فیٹ 10 انچ چوڑے بنے ہیں جن کے اطراف میں نہایت خوبصورت سفید بیل چونے کی بنی ہوئی ہے جو پائیداری میں سنگین بیل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ درمیانی کھڑکیوں کے دونوں سروں پر "**یا اللہ**" اور کہیں "**یا فتاح**" تحریر ہے۔

انہیں محراب دار دروں کے اندر دروازے ہیں جن میں تین جانب کے دروازے لال پتھر کی جالیوں سے بند ہیں صرف جنوبی دروازہ کھلا ہے۔ گنبد کے نیچے کا حصہ ۲۵ فیٹ ۱۰ انچ × ۲۵ فیٹ، ۱۰ انچ اور دروازوں کا آثار 4 فیٹ 5 انچ ہے۔ دروازوں کی بغلوں میں دو دو بڑے بڑے طاق بنے ہیں۔ اُس سے اوپر کا حصہ ہشت پہل ہے جس میں چاروں طرف چار محراب دار سینچیاں (بڑے طاق) اور گوشوں میں طاق بنے ہیں۔ اس کے اوپر 16 پہل قائم کر کے محراب دار کھڑکیوں کے نشان بنائے ہیں۔ اس کے اوپر لداؤ کی چھت ہے۔ چھت کے درمیان میں ایک بڑا دائرہ نما پھول جس کے اطراف میں 8 چھوٹے چھوٹے پھول بنے ہیں نہایت باریک اور خوبصورت بنا ہوا ہے۔ تمام در و دیوار اور چھت پر خوبصورت رنگین بیلیں، مختلف نقش و نگار بنے ہوئے تھے جس میں بہت کچھ اب بھی باقی ہے۔ فرش لال پتھر کا تھا جس کے پتھر لوگ اُکھاڑ کر لے گئے۔ اب بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ ۹ بڑے اور ۷ بچوں کے تعویذ گنبد کے اندر ہیں جن میں تین سنگ مرمر کے ہیں۔ ان میں درمیانی تعویذ نواب ابراہیم خان کا ہے۔ گنبد کے اندر سرائے فانی کی بے وفائی کا نقشہ اور دنیائے دنی کے کارخانہ کا مرقع نظر آتا ہے۔

عجیب عبرت کا مقام اور حسرت کی جگہ ہے
حسرت برس رہی ہے یہ کس کا مزار ہے

وہی نواب ابراہیم خان جو کسی وقت میں اکبر بادشاہ کے منظور نظر مصاحب اور دار الخلافت کے صوبہ دار تھے۔ وہی نواب صاحب جنہوں نے مرتے وقت 25 کروڑ روپے اپنے خزانہ میں چھوڑے تھے۔ وہی نواب شاہ جن کی اولاد بفضلہ تعالیٰ آج بھی معزز اور عام مسلمانوں کی حالت دیکھتے ہوئے باحیثیت ہے کس مپرسی کے عالم میں کنج لحد میں پڑے ہیں، مزار پر روشنی، خوشبو، پھول پتے، آرائش و زیبائش کے بجائے بلا مبالغہ سیروں، کبوتروں کی بیٹ اور کوڑے کرکٹ کا انبار لگا ہوا ہے۔ افسوس!

عطر مٹی کا جو نہ ملتے تھے
نہ کبھی دھوپ میں نکلتے تھے
گردشِ چرخ سے ہلاک ہوئے
استخواں تک بھی ان کے خاک ہوئے

مقبرہ کے مشرقی جانب بہت بڑا پختہ تالاب تھا جس میں اب زراعت ہوتی ہے۔

مزار آدم شہید

موضع رسول پور کے پہاڑ کے نیچے گوشۂ شمال و مغرب میں اُس راستہ کے اوپر جو رسول پور سے پت سال کو گیا ہے ایک چبوترہ پر بہے سے شہدا کے مزار ہیں۔ جو سکرواروں کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے۔ ان میں ایک مزار کے اوپر حجرہ بنا ہوا ہے جس کی چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ قرب وجوار کے دیہات والے اس مزار سے بہت عقیدت رکھتے ہیں۔ جب کسی کی بھی

بھینس گائے بچہ دیتی ہے تو وہ کھیر اور بیو سی لے جاکر اس مزار پر چڑھاتا ہے۔ صاحبِ مزار کا نام آدم شہید مشہور ہے۔ تین قبروں کے تعویذ لال پتھر کے ہیں جو بعد کے معلوم ہوتے ہیں۔

مزارات موضع چریاری

فتحپور کے شمالی جانب ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر اور سیکری کے سوانہ سے ملا ہوا موضع چریاری واقع ہے۔ اس کی آبادی کے مشرقی جانب پہاڑی اور مغربی جانب ایک بہت بڑا اور بلند کھیڑہ ہے جس کے قرب وجوار میں بہت سے آثار قدیمہ کے نشان ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں اور سکر وار ٹھاکروں سے 512ھ بمطابق 1118ء میں اِسی مقام پر لڑائی ہوئی تھی۔ کھیڑہ کے اوپر درمیان میں ایک بزرگ کا مزار واقع ہے۔ جس کا بالائی تعویذ تین پختہ چبوتروں پر جو یکے بعد دیگر کھیڑے کے سب سے بلند مقام پر بنائے گئے ہیں اور کھیڑے سے ساڑھے 14 فیٹ بلند ہیں واقع ہے۔ یہ تعویذ سنگ مرمر کا ہے مگر اب شکستہ حالت میں ہے۔ بالائی چبوترہ کے اردگرد لال پتھر لگا ہوا ہے جس پر نہایت عمدہ کٹاؤ کا کام ہے۔

نیچے تہہ خانے میں پختہ قبر ہے۔ نیچے کے چبوترہ کے چاروں گوشوں پر برجوں کے نشان ہیں۔ مغرب کی جانب تھوڑے فاصلہ پر ایک اور مقبرہ نہایت بلند بنا ہوا ہے جس کے اوپر دو لال پتھر کے تعویذ نظر آتے ہیں۔ مگر اُس کے اوپر چڑھنے کا راستہ اب منہدم ہو گیا ہے۔ اور کوئی جگہ ایسی باقی نہیں کہ جہاں سے کوئی آدمی چڑھ سکے، قرب وجوار میں اکثر سنگین تعویذ پڑے ہوئے ہیں۔ یہ مزار بہت پر فضا جگہ پر واقع ہے، کوسوں تک کا منظر وہاں سے دکھائی دیتا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی، گاؤں والوں اور قرب وجوار کے لوگوں سے ملا۔ مگر ان مزاروں

میں آرام کرنے والوں کے حال پر سے گمنامی کا پردہ نہ اُٹھا۔ اس سے زیادہ کچھ نہ معلوم ہو سکا کہ کھیڑے والا مزار پیر پنچ کے نام سے موسوم ہے۔

نوٹ: قرب وجوار کے مسلمان ان بزرگ کا نام سرور سلطان بتاتے ہیں، اسی نام کا ایک مزار موضع رنکتہ میں بھی ہے جہاں سالانہ بہت بھاری میلہ لگتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

گاؤں والے جو سب غیر مسلم ہیں اس مزار سے خاص عقیدت رکھتے ہیں اور نذر و نیاز چڑھاتے رہتے ہیں۔ غالباً یہ اُسی لڑائی کے شہدا کے مزار ہیں۔ آبادی سے تھوڑے فاصلہ پر گوشہ جنوب و مشرق میں ایک پختہ چبوترہ پر جو 45×45 فیٹ ہے ایک لال پتھر کا مقبرہ بنا ہوا ہے جس میں نہایت نفیس پتھر لگا ہے۔ اِس کا رقبہ ساڑھے 26× ساڑھے 26 فیٹ ہے۔ چاروں طرف تین تین در ہیں۔ چھت اب کھلی ہوئی ہے۔ درمیان میں سنگ مرمر کا تعویذ ہے۔ اوپر کے پتھر کچھ منقش بھی ہیں۔ کل عمارت کی ساخت فتحپور کی عمارت سے ملتی جلتی ہے۔ عمارت کے چاروں طرف اور اندر کریل، جال، پیلو، ہنگوٹ کے درخت اس قدر گھنے لگے ہیں کہ مقبرہ کو طلسم بکاولی بنا دیا ہے۔ قریب سے بھی کچھ نظر نہیں آتا، نہ کسی طرف سے اندر جانے کا راستہ باقی ہے۔ نہایت دقت اور مشکل سے درختوں کو صاف کر کے گرتے پڑتے اندر تک پہنچے، جب معلوم ہوا کہ مقبرہ ہے اور درمیان میں سنگ مرمر کا تعویذ اُلٹا پڑا ہے، آبادی کے گوشۂ جنوب و مغرب میں ایک اور لال پتھر کا مقبرہ ہے جس کا رقبہ سوا 16 x سوا 16 فیٹ ہے۔ چاروں طرف تین تین دروازے ہیں۔ چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ 2 لال پتھر کے تعویذ اندر ہیں۔ اور دو تین باہر رکھے ہوئے ہیں۔ گاؤں والے ان دونوں مقبروں کو چوکھنڈی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ان گمناموں کا نام بھی معلوم نہ ہو سکا۔

آبادی سے جنوب کی جانب راستہ کے قریب ایک مزار ہے جس کا تعویذ لال پتھر کا نہایت مضبوط، منقش اور خوبصورت ہے۔ خوش قسمتی سے اس پر کتبہ موجود تھا۔ اور کتبہ بھی ایسی صنعت کا کہ آج تک ہزاروں کتبے دیکھے مگر اس صنعت کا کتبہ کہیں نظر نہیں پڑا۔ تعویذ پر مشرقی جانب نہایت خوشخط خط نسخ میں آیۃ الکرسی لکھی ہوئی ہے۔ مغربی جانب بالکل اسی خط میں بخط معکوس آیۃ الکرسی تحریر ہے۔ میں نے بہت دیر تک اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دونوں کا ایک ایک لفظ ملایا مگر کہیں فرق نظر نہ آیا۔ بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ایک جانب لکھا ہے وہی دوسری جانب پتھر پر جمادیا ہے۔ حروف اُبھرے ہوئے اور بڑے بڑے ہیں۔ بالیں پر جداگانہ خط میں دو جگہ کلمۂ طیبہ اور پائیں پر یہ تاریخ لکھی ہوئی ہے:

محمد یار در کشمیر جاں داد
کہ چوں رستم دلیر و صف شکن بود
بہ روز جمعہ در ماہ ذو الحج
وفاتِ آں جو ان سیم تن بود
دریغا بست سالہ از جہاں رفت
کہ بالایش چو شاخ ناردن بود
زدرد ما تم موتش بعالم
کرا در دل امید زیستن بود
بجستم از خرد سال وفاتش
خرد گفتا عجب شمشیر زن بود

سنہ کچھ مٹ سا گیا ہے مگر تاریخ سے 944ھ بمطابق 1537ء نکلتے ہیں جو شہنشاہ ہمایوں کا زمانہ ہے۔

پون چکی

اسی موضع چر یاری میں پہاڑی کی سب سے بلند چوٹی پر ایک عمارت کے کچھ آثار باقی ہیں جو پون چکی کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک ہشت پہل گچ کا مکان ہے جس کا ہر کونہ 7فیٹ 4 انچ اور قطر 11 فیٹ ہے۔ ہر پہل میں ایک دروازہ ہے۔ چھت لداؤ کی ہے جس کے اوپر 3فیٹ 4انچ بلند چبوترہ ہے۔ یہ چبوترہ بھی ہشت پہل ہے جس کا ہر کونہ 10فیٹ 7 انچ ہے۔ آس پاس اور بھی عمارت کے آثار ہیں۔ بہت سے سنگین اور منقش ستون اور پتھر ارد گرد پڑے نظر آتے ہیں فارسی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میر فتح اللہ شیرازی نے فتحپور میں پون چکی بنائی تھی جو ہوا سے خود بخود چلتی تھی۔ غالباً یہ اسی چکی کی عمارت ہے۔ فارسی تاریخوں میں اِس کا نام "باد آسیا" یعنی ہوا کی چکی لکھا ہے۔ صاحب مآثر الامرا امیر موصوف کے حال میں لکھتے ہیں ”آسیائے ساختہ کہ خود حرکت می کرد و آرد شد “

گونگا محل (گنگ محل)

موضع چر یاری کے کھیڑہ کے قریب ایک مکان کے آثار ہیں جو گونگا محل کے نام سے موسوم ہیں۔ اِس کی اصلیت یہ ہے کہ دربار اکبری میں ایک دفعہ یہ سوال پیش ہوا کہ انسان کی طبعی اور مادری زبان کیا ہے؟ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب بچے مذہب اسلام پر پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی اصلیت کیا ہے۔ 988ھ بمطابق 1580ء میں اس کی تحقیق کے لئے بیس شیر خوار بچے اُن کی والدین کو بہت سا روپیہ دے کر لئے گئے اور شہر فتحپور سے باہر ایک وسیع

عمارت اُن کے رہنے کے واسطے بنوائی گئی۔ اور وہاں لے جاکر رکھا۔ اُن کی پرورش کے لئے جو انائیں رکھی گئی تھیں اُنہیں حکم دیا گیا کہ کسی قسم کی اُن کو تعلیم نہ دی جائے۔ نہ اُن کے سامنے کچھ گفتگو کی جائے۔ بچوں اور خدمت گاروں کے واسطے ہر قسم کے سامان آسائش کے مہیا کئے گئے۔ مکان کا نام گنگ محل رکھا گیا، تین چار برس کے عرصہ میں کئی بچے مر گئے۔ جو باقی بچے بادشاہ اُن کو دیکھنے کے لیے گیا۔ خدمت گاروں نے بچوں کو لاکر آگے چھوڑ دیا۔ چلتے پھرتے کھیلتے کودتے تھے بولتے بھی تھے۔ مگر ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جانوروں کی طرح غائیں بائیں کرتے تھے. غالباً یہ وہی گنگ محل ہے جو دیہات کی بولی میں گونگا محل مشہور ہو گیا ہے۔(دربار اکبری، منتخب التواریخ وغیرہ)

منقبت در شان حضرت شیخ سلیم چشتی (فتح پور سیکری)

چشم و چراغ ہو تم اب جملہ مؤمنین کے
روشن ہیں تم سے پردے سب آسماں زمیں کے
بے شک ضیائے دل ہو ہر صاحبِ یقین کے
ذرہ نہیں تفاوت تم آسمان ہو دیں کے
ہو آفتابِ رخشاں حضرت سلیم چشتی

عالم ہے سب معطر تیرے کرم کی بو سے
حرمت ہے دوستوں کو حضرت تمہارے رو سے
یہ چاہتا ہوں اب میں سو دل کے آرزو سے
رکھیو نظیرؔ کو تم دو جگ میں آبرو سے
اے موجد ہر احساں حضرت سلیم چشتی

کلیات نظیر اکبرآبادی

مرتب کی کتابوں کا تعارف

ش	کتاب کا نام	زبان	صفحات
1	دینِ اسلام کی خوبیاں	اردو	80
2	دینِ اسلام کی خوبیاں	ہندی	80
3	اسرار الایمان فی حقائق الارکان	اردو	423
4	اسرار الایمان فی حقائق الارکان	ہندی	423
5	میری سنت میری امت	اردو	231
6	میری سنت میری امت	ہندی	231
7	کیا حال ہے؟	اردو	220
8	کیا حال ہے؟	ہندی	220
9	موت کے وقت	اردو	282
10	موت کے وقت	ہندی	282
11	عقائد کی حکمتیں	اردو	153
12	عقائد کی حکمتیں	ہندی	153
13	پانچ نمازوں کی حکمت	اردو	152
14	پانچ نمازوں کی حکمت	ہندی	152
15	سب سے پہلے سب سے آخر	اردو	276

16	سب سے پہلے سب سے آخر	ہندی	276
17	قصور کس کا؟	اردو	64
18	قصور کس کا؟	ہندی	64
19	نصاب مسائلِ نماز	اردو	80
20	آسان حنفی نماز	ہندی	96
21	آسان فرض علوم	اردو	696
22	آسان فرض علوم	ہندی	696
23	آسان خطباتِ محرم	اردو	720
24	آسان خطباتِ محرم	ہندی	720
25	اعلیٰ حضرت کا چرچا رہے گا	اردو	32
26	اعلیٰ حضرت کا چرچا رہے گا	ہندی	32
27	عیدِ میلاد النبی ﷺ کیوں اور کیسے؟	اردو	165
28	عیدِ میلاد النبی ﷺ کیوں اور کیسے؟	ہندی	165
29	محمد اور احمد کے راز	اردو	160
30	محمد اور احمد کے راز	ہندی	128
31	مدینہ جانا کیوں ضروری ہے؟	اردو	276
32	مدینہ جانا کیوں ضروری ہے؟	ہندی	276
33	چاند کی گواہی	اردو	64

34	چاند کی گواہی	ہندی	64
35	قربانی کی تاریخ اور حکمتیں	اردو	112
36	قربانی کی تاریخ اور حکمتیں	ہندی	112
37	آنکھوں کا تارا نامِ محمد ﷺ	اردو	176
38	آنکھوں کا تارا نامِ محمد ﷺ	ہندی	160
39	آگرہ کے ۲۸۳ اولیائے کرام کی سیرت	اردو	592
40	آگرہ کے ۲۸۳ اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	608
41	فتحپور سیکری کی تاریخ	اردو	208
42	فتحپور سیکری کی تاریخ	ہندی	208
43	آگرہ کی تاریخ	اردو	400
44	آگرہ کی تاریخ	ہندی	400
45	ہندوستان کو مسلم بادشاہوں کے تحفے	اردو	208
46	ہندوستان کو مسلم بادشاہوں کے تحفے	ہندی	208
47	شعبان اور شبِ براءت	اردو	50
48	شعبان اور شبِ براءت	ہندی	50
49	قرآنی سورتوں کے مضامین	اردو	435
50	خطباتِ شفیقی جلد اول	اردو	477
51	خطباتِ مصطفائی و شفیقی جلد اول	اردو	464

52	خطباتِ مصطفائی و شفیقی جلد دوم	اردو	382
53	خطباتِ مصطفائی و شفیقی جلد سوم	اردو	382
54	تدریس کے ۲۶ طریقے	اردو	400
55	رفیق التدریس	اردو	376
56	تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے	اردو	135
57	فیضانِ قرآن کورس	اردو	256
58	فیضانِ شریعت کورس	اردو	700
59	چندہ کرنے کے فارمولے	اردو	160
60	ما فعل اللہ بک؟	اردو	288
61	تنظیمی نصاب و بیانات	اردو	528
62	امتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرآنی جوابات	اردو	145
63	درود کی حکمتیں	اردو	98
64	شفیق المصباح شرح مراح الارواح	اردو	402
65	شفیقیہ شرح الاربعین النوویہ	اردو	190
66	شفیق النحو لحل خلاصۃ النحو اول	اردو	200
67	شفیق النحو لحل خلاصۃ النحو دوم	اردو	200
68	القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر	اردو	192
69	شارق الفلاح شرح نور الایضاح	اردو	717

70	خلیلیہ شرح مناظرہ رشیدیہ	اردو	300
71	کلام الوقایہ شرح الوقایہ	اردو	372
72	صرف کے دلچسپ سوالات	اردو	375
73	حرفوں کے راز	اردو	160

کتابوں کی PDF ڈاون لوڈ کرنے کے لیے اس QRCode کو Scan کیجیے



کلام

پڑھ کر کے دیکھیں دیں کی حقیقت کتاب میں
لکھی ہے کیسی کیسی ہدایت کتاب میں
اخلاق میں بھی آئے گی الفت کی بو تجھے
پڑھ لے اگر نظر سے محبت کتاب میں
چن چن کے پھول لائے ہیں امت کے واسطے
قرآں حدیث کی ہے عبارت کتاب میں
جو ڈھونڈتا ہے راحتِ قلب و جگر سنو
مل جائے گی اسے بھی سکونت کتاب میں
تعلیم کا وہ نور ذہانت کی روشنی
موجود ہے وہ ساری ہی حکمت کتاب میں
تم کو تو صرف پڑھنے کی فرصت بھی ہے کہاں
لگتی ہے کتنی خون کی حکمت کتاب میں
بے خود ہر ایک نکتے کو آسان کر دیا
حضرت شفیق کی ہے یہ خدمت کتاب میں

وسیم بے خود مانڈلوی

یاد داشت

ش	عنوان	صفحہ

یاد داشت

صفحہ	عنوان	ش